بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

بدر

ہفت روزہ قادیان

شرح چندہ سالانہ چھ روپے

فی پرچہ ۲ /۰

ایڈیٹر
برکات احمد راجیکی

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد حفیظ بقاپوری

جلد (۱) | ۱۴ر امان ۱۳۳۱ ہش - ۱۴ر مارچ ۱۹۵۲ء | نمبر (۲)

احترام عہد

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

موت اُس کی راہ میں گر تمہیں منظور ہی نہیں
کہہ دو کہ عشق کا ہمیں مقدور ہی نہیں

کیوں جرمِ نقضِ عہد کے ہوں مرتکب جناب
جب آپ عہد کرنے پہ مجبور ہی نہیں

مومن تو جانتے ہی نہیں بزدلی ہے کیا
اس قوم میں فرار کا دستور ہی نہیں

ڈر کا اثر ہو ان پہ نہ لالچ کا ہو اثر!
ہوش آئیں جن کو ایسے یہ مخمور ہی نہیں

دِل دے چکے تو ختم ہوا قصۂ حساب
معشوق سے حساب کا دستور ہی نہیں

بحرِ فنا میں غوطہ لگانے کی دیر ہے!
منزل قریب تر ہے وہ کچھ دُور ہی نہیں

دشمن کی چیرہ دستیوں پر اے خدا گواہ
ہیں زخم دل بھی سینے کے ناسُور ہی نہیں

اس مہرِ نیم روز کو دیکھیں تو کس طرح
آنکھوں میں ظالموں کے اگر نور ہی نہیں

جمعدار عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راجا آرٹ پریس امرتسر سے چھپوا کر قادیان سے شائع کیا۔

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ العالی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَۃُ فِیْمَا اَحَبَّ وَکَرِہَ اِلَّا اَنْ یُّؤْمَرَ بِمَعْصِیَۃٍ فَاِنْ اُمِرَ بِمَعْصِیَۃٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَۃَ (بخاری)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر مسلمان پر اپنے افسروں کی ہر بات سننا اور ماننا فرض ہے۔ خواہ ان کا کوئی حکم اچھا لگے یا نہ لگے۔ سوائے اس کے کہ وہ کسی ایسی بات کا حکم دیں۔ جس میں خدا اور رسول کے کسی حکم کی (یا کسی بالا افسر کے حکم کی) نافرمانی لازم آتی ہو۔ اگر وہ ایسا حکم دیں تو پھر اس میں ان کی اطاعت فرض نہیں۔

تشریح:۔ یہ حدیث اسلامی معیارِ اطاعت کا بنیادی اصول پیش کرتی ہے۔ اسلام ایک انتہا درجہ کا نظم و ضبط کا مذہب ہے۔ وہ کسی شخص کو اپنے حلقہ میں جبراً داخل کرنے کا مؤید نہیں۔ اور صاف اعلان کرتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین (یعنی دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں) لیکن جب کوئی شخص خوشی اور شرح صدر کے ساتھ اسلام قبول کرتا ہے۔ تو پھر اسلام اس سے اس نظم و ضبط کی توقع رکھتا ہے۔ جو ایک منظم قوم کے شایانِ شان ہے۔ وہ اپنے ہر فرد کو کامل اطاعت کا نمونہ بنانا چاہتا ہے۔ اور افسروں کے حکموں پر حیل و حجت کی اجازت نہیں دیتا کہ جو حکم پسند ہو وہ مان لیا اور جو ناپسند ہوا اس کا انکار کر دیا۔ "سنو اور مانو"۔ اسلام کا ازلی نعرہ ہے مسلمان کے اس ضابطۂ اطاعت میں صرف ایک ہی استثناء ہے اور وہ یہ کہ اسے کسی ایسی بات کا حکم دیا جائے جو صریح طور پر خدا اور اس کے رسول یا کسی بالا افسر کے حکم کے خلاف ہو۔ اس کے علاوہ ہر حکم میں خواہ وہ کچھ ہو اور کیسے ہی حالات میں دیا جائے "سنو اور مانو" کا اٹل قانون چلتا ہے۔

اور یہ جو اس حدیث میں الطاعۃ (یعنی مانو) کے لفظ کے ساتھ السمع (یعنی سنو) کے لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس میں اس لطیف حکمت کی طرف اشارہ کرنا مدِ نظر ہے۔ کہ ایک مسلمان کا کام صرف منفی قسم کی اطاعت نہیں ہے۔ کہ جو حکم اسے پہنچ جائے وہ اسے مان لے اور بس۔ بلکہ اسے مثبت قسم کی شوق آمیز اطاعت کا نمونہ دکھانا چاہیئے۔ اور گویا اپنے افسروں کی طرف کان لگائے رکھنا چاہیئے کہ کب ان کے منہ سے کوئی بات نکلے اور کب میں اسے مانوں ورنہ محض اطاعت کے لئے الطاعۃ کا لفظ بولنا کافی تھا۔ اور السمع کا لفظ زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لفظ کا زیادہ کرنا یقیناً اسی غرض سے ہے کہ تا رسمی اطاعت کی بجائے شوق آمیز اطاعت کا معیار قائم کیا جائے۔ پس اسلامی ضابطۂ اطاعت کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

(۱) ہر امر میں اپنے افسر کے حکم کی اطاعت کرو۔ خواہ اس کا کوئی حکم تمہیں پسند ہو یا ناپسند ہو

(۲) اپنے افسر کی طرف شوق کے ساتھ کان لگائے رکھو تا کہ اس کا کوئی حکم تمہاری تعمیل سے باہر نہ رہ جائے۔

(۳) لیکن اگر تمہارا افسر کسی ایسی بات کا حکم دے جو خدا اور اس کے رسول یا کسی بالا افسر کے حکم کے صریح خلاف ہے تو پھر جہاں تک اس حکم کا تعلق ہے اس کی اطاعت نہ کرو۔

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دیکھو آج میں نے بتلا دیا۔ زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہو گا۔ اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا۔ وہ پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے **قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اُترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔** پس تم اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس نے مجھے بھیجا کہ یہ سب باتیں اس کی طرف سے ہیں میری طرف سے نہیں ہیں کاش یہ باتیں نیک ظنی سے دیکھی جائیں۔ کاش میں ان کی نظر میں کاذب نہ ٹھہرتا۔ تا دنیا ہلاکت سے بچ جاتی۔ یہ **میری تحریر معمولی تحریر نہیں دلی ہمدردی سے بھرے ہوئے نعرے ہیں** اگر اپنے اندر تبدیلی کرو گے اور ہر ایک بدی سے اپنے تئیں بچا لو گے تو بچ جاؤ گے۔ کیونکہ خدا حلیم ہے جیسا کہ وہ قہار بھی ہے۔ اور تم میں سے اگر ایک حصہ بھی اصلاح پذیر ہو گا۔ تب بھی رحم کیا جائے گا۔ ورنہ وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دیگا۔ نادان بدقسمت کہے گا کہ یہ باتیں جھوٹ ہیں۔ ہائے وہ کیوں اس قدر سوتا ہے آفتاب تو نکلنے کو ہے۔"

(اشتہار الانذار مطبوعہ ۸ اپریل ۱۹۰۵ء)

اخبارِ احمدیہ

از مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دانش

۱۲ مارچ۔ گذشتہ دنوں کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ معہ اہل و عیال بخیریت ناصر آباد پہنچ گئے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ آجکل بشیر آباد اسٹیٹ کا معائنہ فرما رہے ہیں۔ اور احمدیہ سنڈیکیٹ کے مرکزی کارکنوں کو بعد معائنہ مناسب اور ضروری ہدایات سے سرفراز فرما رہے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی عام صحت بفضلہ تعالےٰ اچھی ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالےٰ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالےٰ کو اپنے جملہ مقاصد عالیہ میں فائز المرام فرمائے۔

مدینۃ المسیح قادیان

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر مقامی و ناظر اعلےٰ بخیریت ہیں۔ مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ کے متعلق لکھنؤ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہ خیریت سے ہیں۔ اور ماہ اپریل میں امتحان دے رہے ہیں۔ احباب صاحبزادہ صاحب کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کو احباب جماعت دعا کے لئے خطوط تحریر فرماتے ہیں۔ چونکہ حضرت بھائی جی ڈاکٹری مشورہ کے مطابق ضعف بصر کی وجہ سے سب خطوط کا جواب نہیں دے سکتے۔ اس لئے وہ دوستوں کہ ان کے خطوط کا جواب موصول نہ ہو۔ وہ براہ کرم معاف فرمائیں۔ اور یہ تسلی رکھیں کہ ان کیلئے ضرور دعا کی جاتی ہے۔

درویشان میں سے بعض کو مالی حالات کی وجہ سے اور بعض کو دیگر مشکلات و بیماریوں کی وجہ سے تکالیف ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی مشکلات دور فرمائے بیماریوں سے شفا عطا فرمائے۔ اور اپنے فضل و کرم سے نوازے۔

اطلاع ملی ہے کہ مکرم ملک ارشاد احمد صاحب آف رنگون و مکرم محمد اسمٰعیل صاحب آف کانپور کو اللہ تعالےٰ نے بچے عطا فرمائے ہیں۔ احباب ہر دو بچوں کی صحت و سلامتی اور درازئ عمر کے لئے دعا فرمائیں۔

دار الہجرت ربوہ

حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءھا کی طبیعت بعارضہ بخار ناساز ہے۔ جس کی وجہ سے ضعف بڑھ گیا ہے۔ احباب حضرت ممدوحہ کی صحت اور درازئ عمر کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں

لاہور سے اطلاع ملی ہے کہ مکرم نواب محمد عبداللہ خان صاحب کی صحت گذشتہ دنوں سے زیادہ خراب ہے۔ احباب ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب واقف زندگی بغرض تبلیغ روانہ ہونے والے ہیں۔ ان کے اہل و عیال بھی ان کے ہمراہ جائیں گے۔ حافظ صاحب قبل ازیں بیرونی ممالک انگلستان اور ہالینڈ میں فریضۂ تبلیغ بجا لاتے رہے ہیں۔ اب آپ انڈونیشیا میں مبلغ مقرر کئے گئے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے بڑے فرزند سید عبدالسلام صاحب بعمر ۵۸ سال وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ موصی۔ تہجد گذار بزرگ تھے۔ احباب ان کی بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں

مکرم صاحبزادہ میاں عبدالمنان صاحب عمر ایم۔اے خلف حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ ادائیگی حج اور سیاحت ممالک اسلامیہ کے بعد واپس بخیریت ربوہ پہنچ گئے ہیں۔ الحمد للہ

درخواست دعا

مکرم مولوی احمد رشید صاحب مبلغ بلاد عربیہ تحریر کرتے ہیں کہ تبلیغی جہات کے سلسلہ میں ان کی شدید مخالفت ہو رہی ہے۔ دار التبلیغ میں مخالفین بار بار ہجوم کر کے آتے اور نعرے لگاتے ہیں اور ہر طرح تکالیف و مشکلات دینے کے درپے ہیں۔ احباب ان کی مشکلات کے ازالہ کیلئے دعا فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

"آپ لوگ یہ عہد کر لیں کہ ہم احمدیت کو نئے سرے سے پھر ہندوستان میں قائم کرینگے"

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا جو روح پرور پیغام ۱۹۵۱ء کے جلسہ سالانہ پر جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے نام موصول ہوا تھا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ قادیان سے اخبار بدر کے اجراء سے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کا منشاء مبارک ایک حد تک پورا ہو گیا ہے۔ اب یہ احباب کا فرض ہے کہ وہ سلسلہ کے اخبار کو ہر طرح سے کامیاب بنانے کے لئے مقدور بھر کوشش کریں۔ جہاں تک نوجوانوں کے خدمت دین کے لئے زندگیاں وقف کرنے کا سوال ہے افسوس ہے کہ احباب جماعت نے پوری توجہ نہیں کی۔ مرکز سلسلہ میں بہت سے کام کارکنوں کی قلت کی وجہ سے ادھورے پڑے ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ احباب جماعت اپنے مقدس امام کے اس ارشاد پر بھی لبیک کہہ کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ مرکز سلسلہ (قادیان) میں احباب کا کثرت سے آنا جانا بھی ابھی تک نہیں ہوا۔ حالانکہ اب قادیان اور اردگرد کا ماحول بھی ایسے سفر کے لئے سازگار ہے اور رستہ کی دقتیں بہت حد تک رفع ہو چکی ہیں۔ امید ہے کہ احمدیت کے فدائی اس فریضہ کو بھی ادا کر کے اپنے ایمانوں کو تازگی اور جلا بخشیں گے۔ (ایڈیٹر)

"اے برادران کرام جو قادیان میں مسنون جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہندوستان کے مختلف کناروں سے جمع ہوئے ہیں۔ میں پہلے تو آپ لوگوں کو **مبارک باد دیتا ہوں**۔ کہ آپ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ مرکز میں۔ اُس کے مقرر کردہ جلسہ میں۔ اُس کے مامور کے مقرر کردہ ایام میں خدائے واحد لاشریک کا ذکر بلند کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ احمدیت ایک صوفیوں کا فرقہ نہیں بلکہ احمدیت ایک تحریک ہے۔ ایک پیغام آسمانی ہے۔ جو دنیا کو بیدار کرنے اور خدا تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے ایسے وقت میں نازل ہوا ہے۔ جبکہ دنیا خدا کو بھول چکی تھی۔ اور اسلام ایک نام رہ گیا تھا۔ اور قرآن صرف ایک نقش رہ گیا تھا۔ نہ اسلام کے اندر کوئی حقیقت باقی رہ گئی تھی۔ اور نہ قرآن کے اندر کوئی معنی رہ گئے تھے۔ اسلام اسلام کہنے والے توکروڑوں دنیا میں موجود تھے۔ لیکن نہ مسلمان کہلانے والے اسلام پر غور کرتے تھے۔ نہ قرآن پڑھنے والے قرآن کے معنی سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس غفلت اور اس سستی کو دور کرے۔ اور اسلام کو نئے سرے سے دنیا میں قائم کرے۔ اور پھر اپنا وجود اپنے تازہ نشانوں کے ساتھ دنیا پر ظاہر کرے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی کمالات اپنے پیروؤں اور اپنے جانشینوں کے ذریعہ سے دنیا کو دکھائے۔ اور آپ کے حسن سے جہان کو روشناس کرے۔ پس جہاں تک فرد کی اصلاح کا سوال ہے کسی ایک فرد کا بھی اس طریق کو اختیار کر لینا احمدیت کے مقصد کو پورا کر دیتا ہے۔ لیکن جہاں تک اسلام کو دنیا میں پھیلانے کا سوال ہے۔ کسی ایک فرد یا دس افراد یا دس ہزار افراد کے ساتھ بھی یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ مقصد اُسی وقت پورا ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسلام اور احمدیت کے پیغام کو ہندوستان اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا جائے۔ سوتوں کو جگایا جائے۔ غافلوں کو ہوشیار کیا جائے۔ وہ جن کو توجہ نہیں ان کو توجہ دلائی جائے۔ وہ جو اسلام سے متنفر ہیں ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا کی جائے۔ جو اسلام سے ناواقف ہیں۔ انہیں اسلام سے واقف کیا جائے۔ کوئی کان نہ رہے جس میں اسلام اور احمدیت کی آواز نہ پڑے۔ کوئی آنکھ نہ رہے جو احمدیت کے لٹریچر کے پڑھنے سے محروم ہو۔ کوئی دل باقی نہ ہو جس کو خدائے وحدہٗ لاشریک کے سندیسے سے آگاہ نہ کر دیا جائے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یہ کام بغیر تنظیم کے۔ بغیر کوشش کے۔ بغیر جد و جہد کے۔ بغیر سعی لامتناہی کے پورا نہیں ہو سکتا۔ آپ کے دل بے شک اس صدمہ سے چور ہوں گے۔ کہ ایک بڑی بھاری جماعت کٹ کے ٹکڑے ہو گئی ہے اور آپ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں تھوڑے سے رہ گئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگ جو آج قادیان میں جمع ہوئے ہیں۔ وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جو ۱۸۹۱ء کے جلسہ میں قادیان میں جمع ہوئے تھے۔ وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جو ۱۸۹۲ء کے جلسہ میں قادیان میں جمع ہوئے تھے۔ وہ ان سے بھی بہت زیادہ ہیں جو ۱۸۹۳ء کے جلسہ میں قادیان میں جمع ہوئے تھے۔ اور وہ اُن سے بھی زیادہ ہیں جو ۱۸۹۴ء کے جلسہ میں قادیان میں جمع ہوئے تھے۔ لیکن یہ ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۳ء اور ۱۸۹۴ء اور ۱۸۹۵ء کے جلسہ میں قادیان میں جمع ہونے والے لوگ ہر سال اس یقین سے زیادہ سے زیادہ معمور ہوتے چلے جاتے تھے۔ کہ ہم دنیا پر غالب آنیوالے ہیں۔ اور دنیا کو احمدیت کی تعلیم منوانے والے ہیں۔ آپ لوگ تو اُن سے بہت زیادہ ہیں آپ کی مالی حیثیت بھی ان سے زیادہ ہے۔ آپ کی دنیوی تعلیمیں بھی ان سے زیادہ ہیں۔ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ ان لوگوں والا ایمان پیدا کریں۔ اور یہ آپ کے لئے کوئی مشکل بات نہیں۔ کیونکہ وہ نشان جو ان لوگوں کے سامنے تھے۔ ان سے بہت بڑے نشان آپ کے سامنے ہیں۔ ۱۸۹۵ء کے بعد تیرہ سال برابر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نشانات ظاہر ہوتے رہے۔ اور آپ کی وفات سے لیکر اس وقت تک بھی آپ کے نشانات نئی نئی صورتوں میں دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ پھر خدا نے میرے ذریعہ سے بہت سے اپنے غیب ظاہر کئے ہیں۔ جو کہ مردوں کو زندہ کرنیوالے۔ بہروں کو شنوائی بخشنے والے اور اندھوں کو بینائی بخشنے والے ہیں۔ پس آپ کے ایمانوں کو زیادہ کرنیوالے جو سامان موجود ہیں وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں۔ جو ۱۸۹۵ء کے لوگوں کو میسر تھے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ آپ لوگ اپنے اوقات کو ان نشانوں کے پڑھنے اور سوچنے اور ان پر غور کرنے میں صرف کریں۔ اور اُن سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔ اگر آپ ایسا کریں تو دنیا کی محبت آپ کے دلوں سے یقیناً سرد ہو جائے گی۔ اور دین کی محبت کی آگ آپ کے دلوں میں سلگنے لگ جائے گی۔ اور آپ صرف انہیں نشانوں پر جو ظاہر ہو چکے ہیں۔ زندہ نہیں رہیں گے۔ بلکہ خدا تعالیٰ خود آپ کے اندر سے بولنے لگے گا۔ اور آپ خود خدا تعالیٰ کا ایک نشان بن جائینگے کیا یہ سچ نہیں کہ ہمارا خدا سب دنیا کا پیدا کرنیوالا خدا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ دنیا کا ذرہ ذرہ اس کا مملوک اور غلام ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ دنیا کی تمام بادشاہتیں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ جتنی کہ ایک مچھر ایک ہاتھی کے مقابلہ میں حیثیت رکھتا ہے۔ پھر آپ کے حوصلوں کو پست کرنیوالی کیا چیز ہے۔ صرف ارادہ کی کمی ہے ورنہ نشانوں کی کوئی کمی آپ کے پاس نہیں۔ آج آپ لوگ یہ عہد کر لیں کہ ہم احمدیت کو نئے سرے سے پھر ہندوستان میں قائم کرینگے۔ اس کے گوشہ گوشہ میں احمدیت کا پیغام پہنچا دیں گے۔ اس کے خاندان خاندان سے احمدیت کے سپاہی نکال کر لے جائیں گے۔ اس کی قوم قوم کو احمدیت کا غلام بنا کر چھوڑیں گے۔ اور یہ کام مشکل نہیں ہے۔ حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے۔ اور ناراستی ہمیشہ مغلوب ہوتی ہے۔ پس آپ لوگوں کو چاہیئے کہ:-

۱- ایک تو اس بات کا عزم کر لیں کہ ایک زندہ احمدی کی زندگی آپ بسر کرینگے نہ کہ مردہ احمدی کی۔

۲- آپ اپنے علاقہ اور اس کے اردگرد احمدیت کے پیغام کو اس زور سے پھیلائینگے کہ لوگ مجبور ہو جائیں اس پر کان دھرنے کے لئے اور لوگ مجبور ہو جائیں اس کو ماننے کے لئے۔

۳- صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ساتھ مل کر سلسلہ کے لٹریچر کی اشاعت کے لئے ایک ایسی وسیع سکیم بنائیں گے کہ ہندوستان کی ہر زبان بولنے والے کے لئے احمدی لٹریچر موجود ہو۔

۴- اپنے نوجوانوں کو یہ تحریک کریں گے کہ وہ زندگیاں وقف کریں۔ اور دینی سکیمیں۔ اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں دین پھیلانے کی طرف توجہ کریں۔

۵- قادیان میں پریس کے قیام کے لئے کوشش کریں گے۔ کہ بغیر قادیان میں پریس کے قیام کے باقاعدہ لٹریچر باہر کی جماعتوں کو نہیں پہنچ سکتا۔

۶- اپنے چندوں میں باقاعدگی پیدا کریں گے اور دنیا آنے والے احمدیوں پر بھی (باقی صفحہ کالم نمبر ۲ پر ملاحظہ ہو)

چودہ مارچ

آج سے اڑتیس سال پیشتر یعنی ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلافت ثانیہ کے عہدہ جلیلہ پر متمکن ہوئے۔ اُس وقت منکرین خلافت بڑے فخر و غرور سے اس بات کا اظہار کیا کرتے تھے۔ کہ جماعت کی غالب اکثریت ان کے ساتھ ہے۔ اور یہ کہ ان کے ربقہ خلافت سے باہر ہو جانے کے لیے جماعت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اور وہ تمام برکات و ترقیات جو سلسلہ کو حاصل ہوئی ہیں ناکامی و نامرادی میں بدل جائیں گی۔ اس نازک وقت میں جب خدائی جماعت کے اندرونی اور بیرونی دشمن چاروں طرف سے جماعت کو تباہ و برباد اور ختم کرنے کیلئے یلغار کر رہے تھے۔ اور اس نازک پودہ کو جو خدا کے پاک مسیح اور مرسل علیہ السلام نے خدائی حکم کے ماتحت اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔ مسل دینے کے لئے اپنی مقدور بھر کوشش کر رہے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے موعود خلیفہ نہاں اس خلیفہ کو جسے دشمن اس کو ناتجربہ کار بچہ سمجھتے تھے۔ مخاطب کر کے فرمایا و لنمزقنّھم یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت و طاقت سے ان دشمنوں کو پارہ پارہ کر دیگا۔ اور ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے گا۔

آج جبکہ اس خدائی وعدہ پر جو اس نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ابتدائے خلافت میں فرمایا تھا۔ اڑتیس سال گذر چکے ہیں احمدیہ جماعت کے ہر خورد و کلاں نے نمایاں طور سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے دشمنوں اور بدخواہوں کو پارہ پارہ ہوتے دیکھ - ہر میدان میں خدا تعالیٰ کے موعود خلیفہ کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی۔ اور بعض وہ خاص پیشگوئیاں جن کا پورا ہونا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کے ساتھ مقدر تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں حضور کی ذات میں پوری ہوئیں۔ اور اس طرح حضور کی خلافت حقہ کی صداقت بڑی وضاحت اور شان سے ثابت ہوئی۔

مثال کے طور پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں تحریر فرمایا تھا کہ یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق۔ یعنی مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق کی سرزمین کی طرف سفر کرے گا۔ یہ پیشگوئی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے وجود باجود میں پوری ہوئی۔ جب ۱۹۲۴ء میں آپ دمشق تشریف لے گئے۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ سے اس سفر میں اعلاء کلمۃ اللہ کا خاص کام لیا۔

پھر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام مسیر العرب (یعنی عرب میں چلنا) کے متعلق حضور علیہ السلام کا مندرجہ ذیل ارشاد ہے کہ:۔

"آج کے الہام مسیر العرب کا ذکر تھا فرمایا اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ "عرب میں چلنا" شاید مقدر ہو کہ ہم عرب میں جائیں۔ مدت ہوئی کہ کوئی پچیس چھبیس سال کا عرصہ گذرا ہے۔ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے۔ تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رویاء نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے" (تذکرہ صفحہ ۵۱۷)۔

حضور علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشاد اور الہام سے علاوہ اور باتوں کے مندرجہ ذیل باتیں نکلتی ہیں۔

(۱) عرب میں چلنا۔

(۲) حضور کا آدھا نام عربی اور آدھا انگریزی میں لکھا جانا

(۳) ہجرت کا وقوع میں آنا

(۴) نبی کے بعض رویاء کا اسکی اولاد یا خلفاء یا متبعین کے زمانہ میں پورا ہونا

(۵) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض رویاء کا حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں پورا ہونا۔

مذکورہ بالا امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجود باجود اور آپ کے منصب خلافت کو دیکھا جائے تو آپ کا خلیفہ برحق ہونا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کامل متبع ہونا بالکل واضح اور نمایاں ہو جاتا ہے۔ یہ حضور ہی تھے جن کو ۱۹۰۵ء کے بعد جب مسیر العرب کا الہام ہوا عرب میں چلنے کا موقعہ ملا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اولؓ بے شک عربی زبان میں کامل اور معجزانہ دسترس رکھتے تھے لیکن آپ دونوں انگریزی زبان نہ جانتے تھے۔ لیکن حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو خدا تعالیٰ نے جہاں عربی زبان کا خاص علم اور فلسفہ بخشا وہاں آپ کو انگریزی زبان کا بھی علم حاصل ہوا۔ گویا آپ کے وجود میں عربی اور انگریزی میں نام لکھے جانے کی پیشگوئی نمایاں طور پر پوری ہوئی۔

تیسرا امر ہجرت ہے۔ جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات "داغ ہجرت" اور ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد بھی پوری وضاحت کرتے ہیں۔ گو فرالذکر الہام کے الفاظ میں ہجرت اور مراجعت کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ لیکن ہجرت کے متعلق الہامات بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے زمانہ میں پورے ہوئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیابت میں ۱۹۴۷ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو ہی مع جماعت کے ایک حصہ کے قادیان سے ہجرت کرنا پڑی۔ خدا تعالیٰ وہ دن جلد لائے جب اس الہام کا بقیہ حصہ بھی پوری شان سے پورا ہو اور ہمارا آقا اپنے قدسی صفت ساتھیوں کے ساتھ مظفر و منصور واپس مدینۃ المسیح میں رونق افروز ہو۔ اور پھر یہ مقدس مرکز اکناف عالم میں نور ہدایت کو پھیلانے کا موجب بنے۔

منکرین خلافت جنہوں نے ۱۹۱۴ء میں خلافت ثانیہ کے خلاف علم بغاوت اٹھایا اب ایک ایک کر کے ختم ہو چکے ہیں۔ اور ان کے سرگروہ جن میں خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب پیش پیش تھے بھی وفات پا چکے ہیں۔ اور ان کے بقیہ افراد کا شیرازہ بھی بکھر چکا ہے۔ یہ سب واقعات وابستگان خلافت کے ازدیاد ایمان کے لئے نہایت مؤثر اور کار آمد ہیں۔ اور اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے مقدس امام اور موعود خلیفہ کی آواز پر پوری توجہ سے لبیک کہیں۔ اور اشاعت دین کے لئے مقدور بھر کوشش اور قربانی کر کے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

انتخابات جماعتہائے احمدیہ

از جناب ناظر صاحب اعلیٰ قادیان

جن جماعتوں کے سابقہ عہدیداران کے عہدوں کی میعاد یکم مئی تک ختم ہوتی ہے مہربانی فرما کر اپنے جملہ عہدیداران کا باقاعدہ انتخاب عمل میں لا کر بغرض منظوری نظارت ہذا میں بھجوا دیں۔ تاکہ ان انتخابات کی منظوری دی جا سکے۔

ہندوستان کی بہت سی جماعتوں کے عہدیداران اپنے اپنے صیغہ کی کارگذاری کی رپورٹیں باقاعدہ مرکز میں نہیں بھجواتے ایسی تمام جماعتوں سے التماس ہے کہ وہ اس سستی کو دور کرتے ہوئے رپورٹوں کی باقاعدہ ترسیل کا انتظام فرمائیں تاکہ مرکز کو حالات کا علم ہوتا رہے۔ اور یہاں سے مناسب ہدایات جاری کی جا سکیں۔

---

(۱)

الفضل ۱۵ دسمبر ۱۹۵۱ء میں میرا ایک مضمون "ایک دردمندانہ گذارش" کے عنوان سے احباب کی نظر سے گذرا ہوگا جس میں تدوین تاریخ احمدیت کے موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ میں نے اس کام کو نو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ان میں سے ایک حصہ خالصتاً ترتیب تاریخ احمدیت دور اول ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ یہی حصہ زیادہ مشکل ہے۔ جس پر زیادہ محنت خرچ ہوگی۔

سو الحمدللہ کہ آج توکلاً علی اللہ اسی حصہ کی ابتدا کر رہا ہوں۔ اس کام کی اہمیت جیسا کہ میں اس مضمون میں مفصل بیان کر چکا ہوں ذیل کی ترتیب سے واضح ہے۔

(۱) ابتدائے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ۱۹۴۷ء تک کے تمام چھوٹے بڑے معلوم واقعات کو بغیر تشریح و توضیح اور حاشیہ آرائی کے ترتیب وار جمع کرنا۔

(۲) اور پھر جماعت اور انجمن کے قیام کے بعد سے ۱۹۴۷ء تک نو قسم کے گوشوارے ہر سال کے واقعات کے ساتھ شامل کرنا جو یہ ہیں:۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے عظام کے قبولیت دعا کے معاملات

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مجوزہ اسمائے نومولودین۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑھائے گئے نکاحوں کی فہرستیں۔

(۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قومی۔ ملی اور شخصی اداروں۔ عمارتوں وغیرہ کے سنگ بنیاد کی تقاریب۔

(۵) مبایعین۔ مخرجین اور مرتدین از جماعت کی فہرستیں۔

(۶) نمبر وصایا۔ نام موصی۔ تاریخ وفات قطعہ اور قبر نمبر اور منسوخی وصایا کی فہرستیں۔

(۷) تحریکات عام و خاص اور تحریک جدید میں سو فیصدی حصہ لینے والے مخلصین کی فہرستیں اور تحریک جدید وغیرہ کی کارگذاری کی رودادیں

(۸) جلسوں۔ مباحثات و مناظرات اور مباہلات کی مختصر رودادیں۔

(۹) جماعتوں کا قیام مع مختصر کوائف و حالات۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اس مقصد میں عملی طور پر کہاں تک کامیاب ہو سکوں گا۔ یہ اُس کے فضل پر منحصر ہے۔ البتہ جیسا کہ اس مضمون کا مدعا بھی تھا کہ احباب سلسلہ کو اس اہم کام کی طرف توجہ دلا کر اُن سے تعاون حاصل کیا جائے اگر جماعت کے چند نوجوان ہمت اور اس کام سے دلچسپی رکھنے والے مخلصین میرے ساتھ تعاون کرتے ہوئے اس کام کے ایک ایک حصہ کو اپنے ذمہ لے لیں تو امید کی جا سکتی ہے کہ انشاء اللہ تین چار سال تک یہ کام بہ احسن طریق انجام پذیر ہو سکتا ہے۔ اس وقت تک صرف ایک دوست مکرم منشی عبدالرحیم صاحب فانی انسپکٹر بیت المال میرے ساتھ تعاون فرما رہے ہیں اور آئندہ بھی یقین دلایا ہے۔ اور مسودات کی آخری ترتیب اپنے ذمہ لی ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

یہ ایسا کام ہے کہ جس کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے اگر اس طرف توجہ دی جا سکے تو آج ہم گویا سلسلہ کی ایک ایک دن کی تاریخ مفصل مرتب کر سکتے ہیں۔ جو کل کو ذرائع کے ضائع ہو جانے کی صورت میں قطعاً اس رنگ میں مرتب نہیں ہو سکے گی اور اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا تو جماعت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ خدا کرے کہ میری یہ التجا احباب کی توجہ کو کھینچنے کا باعث ہو۔ اور دردمند دلوں کو قوت عمل بخش سکے۔

خاکسار عبدالعظیم درویش قادیان

تاریخ احمدیت

دور اول

(۱)

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

رسول اور نبی جن پر خدا کا رحم اور فضل ہوتا ہے . . . . دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو دوسروں کی ہدایت کے لئے مامور نہیں ہوتے اور ان کا کاروبار اپنے نفس تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اُن کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ کسی عالی خاندان اور اعلیٰ قوم میں سے ہوں۔ بلکہ حسب آیت کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ صرف اُن کا تقویٰ دیکھا جاتا ہے۔ گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے . . . . یہ تمام لوگ توبہ نصوح سے اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ درگاہ کریم ہے اور اس قدوس ابدی کے دریائے رحمت میں غرق ہو کر طرح طرح کے میلوں والے تمام میلوں اور گندگیوں سے پاک ہو سکتے ہیں . . . . . . اور سخت بدذاتی ہوتی ہے کہ اُن کی کسی نیچ ذات کا ذکر بھی کیا جائے۔ کیونکہ اب وہ وہ نہیں رہے اور انہوں نے اپنی شخصیت کو چھوڑ دیا۔ اور وہ خدا میں جا ملے اور اس لائق ہو گئے کہ تعظیم و تکریم سے اُن کا نام لیا جائے۔

لیکن نبیوں رسولوں اور محدثوں کے بارہ میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور کئے جاتے ہیں۔ اور تمام قوموں کے لئے واجب الاطاعت ٹھہرتے ہیں۔ اس منصب کے بزرگوں کے متعلق قدیم سے اللہ تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ ان کو اعلیٰ درجہ کی قوم اور خاندان سے پیدا کرتا ہے تا اُن کے قبول کرنے اور اُن کی اطاعت کا جؤا اُٹھانے میں کسی کو کراہت نہ ہو۔ اور چونکہ خدا نہایت رحیم و کریم ہے۔ اس لئے نہیں چاہتا کہ لوگ ٹھوکر کھائیں۔ اور اُن کو ایسا ابتلاء پیش آوے جو ان کو اس سعادت عظمیٰ سے محروم رکھے کہ وہ اُس کے مامور کے قبول کرنے سے اس طرح پر رک جاویں کہ اس شخص کے نیچ قوم کے لحاظ سے ننگ اور اُن پر غالب ہو . . . . .

یہی وجہ ہے کہ تمام نبی علیہم السلام اعلیٰ قوم اور خاندان میں سے آتے ہیں:۔

(کتاب البریہ)

ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام

آج سے تقریباً چار ہزار سال بیشتر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نامی شہر میں (جو ملک عراق میں واقع تھا اور ایک مشہور آتش کدہ کا منتظم تارح جس کو آذر کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا) کے گھر پیدا ہوئے آپ کا شجرہ نسب انیس پشتوں تک حضرت آدم علیہ السلام تک جا ملتا ہے جو اس طرح پر ہے کہ

حضرت ابراہیم بن تارح (آذر) بن نحور بن سروج بن رعو بن فلج بن عبر بن سلح بن ارفکشد بن سام بن نوح بن ملک بن متوشلخ بن حنوک (ادریس) بن یارد بن مہلل ایل بن قینان بن انوش بن سیت (شیث) بن آدم علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام دو اور بھائی بھی تھے نحور اور حاران حضرت لوط علیہ السلام حاران کے بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم کے بھتیجے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ پہلی کا نام سارہ تھا جس سے حضرت اسحٰق سو برس کی عمر میں پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت ہاجرہ جو فرعون ریان کی بیٹی تھیں۔ ریان بھی عراق کا ہی باشندہ تھا۔ اور مصر میں بادشاہ ہوگیا تھا۔ حضرت ابراہیم کو اپنا ہم قوم اور ہم وطن پاکر حضرت ہاجرہ کو نکاح میں دیدیا۔ جن سے بڑے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام چھیاسی برس میں پیدا ہوئے۔ تیسری بیوی قطورہ تھیں۔ جن سے چھ فرزند ہوئے جو بنی قطورہ کہلائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عراق ہی میں نبوت کا مقام حاصل ہوا تھا۔ اور آپ شارع نبی تھے۔ آپ نے بت پرستی آتش پرستی اور نجوم پرستی کی پورے زور سے تردید شروع کی اور بادشاہ وقت نمرود کو خدائے واحد کی طرف بلایا مگر بادشاہ نے آپ کو آگ میں ڈالنا چاہا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کے اس ارادہ سے نامراد کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سلامت بچ کر ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور سرزمین کنعان میں آباد ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اولاد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے وہ قرآن مجید اور بائیبل میں موجود ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کی دعاؤں سے ثابت ہے کہ آپ اپنی ذریت کے متعلق کیا آرزوئیں رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کی دعائیں قبول ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں اس قدر برکت دی کہ ستارے گننے ممکن ہیں مگر آپ کی نسل اور اُس پر افضال رب ذوالجلال کا گننا ناممکن۔ (باقی باقی)

از حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی

(۱)

ذیل میں حضرت بھائی جی کا ایک قیمتی مضمون جو آپ نے قیام خلافتِ ثانیہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے پیش کیا جاتا ہے۔ اس مضمون میں ان لوگوں کے متعلق بھی بعض تفصیلات کا ذکر ہے جو خلافتِ ثانیہ کے قیام کے وقت علیحدہ ہو گئے اور بعد میں لاہور میں انجمن اشاعت اسلام لاہور کا قیام کر کے علیحدہ پارٹی بنائی اب ۳۵ سال کے عرصہ میں خدائی تقدیر اور پیشگوئیوں کے ماتحت ان کا شیرازہ بالکل بکھر ہو چکا ہے۔ اور حسب ارشاد خداوندی ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے امر خلافت کو پوری شان سے تمکین اور استحکام حاصل ہو چکا ہے۔

(ایڈیٹر)

گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

نبوت، خلافت خدا کی دین ہے۔ جو کسبی نہیں بلکہ وہبی نعمت ہے۔ مجاہدہ و ریاضت یا محنت و عبادت روحانی ترقیات کی سیڑھی اور خدا کے فضل کی جاذب تو ضرور ہیں۔ مگر مقام بلند اور رتبۂ عالی خدا تعالیٰ کی خاص موہبت پر موقوف ہے یعنی نبی اور خلیفے خدا بناتا ہے انسانی سعی و کوشش یا جوڑ توڑ حیلے منصوبوں کو اس چیز کے حصول میں قطعاً کوئی دخل نہیں۔ نہ وہ جو اس نعمت کو پا سکتے ہیں منصوبہ ساز شیں۔ جب یہ خلعت نبوت یا ردائے خلافت کسی مستحق ملیہ کو مل جاتی ہے تو وہ خود اس امانت کو اپنے کندھوں سے اتار سکتا ہے نہ کسی اور کو یہ طاقت و قدرت ملتی ہے کہ وہ اس سے چھین یا اتار سکے۔ بلکہ خدا اس کو ایک ایسا پہاڑ بنا دیتا ہے کہ جو بھی اس سے

ٹکرائے چکنا چور

اور جس پر وہ گرے وہ بھی مخذول و مردود ہو کر رہ جاتا ہے۔ انبیاء و خلفاء کی مخالفت کرنے اور مقابل پر کھڑے ہونے والے نہ کبھی کامیاب و سربلند ہوئے نہ ہوں گے بلکہ ہمیشہ ہی سرنگوں و ذلیل ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ خدا کا یہی فیصلہ راستبازوں کا یہی قول اور مومنین کا یہی تجربہ و مشاہدہ ہے۔ اور جماعت احمدیہ کو تو یہ مسئلہ اس طرح پڑھایا سمجھایا اور ذہن نشین کرایا گیا ہے جس کا بھول جانا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ جو چیز ایک لمبے عرصہ تک عمل میں آ چکی ہو۔ دل و دماغ پر اس کا اتنا گہرا اور نہ مٹنے والا اثر ہوتا ہے کہ وہ ذہن سے اتر سکتی ہے نہ اس کی یاد محو ہوتی ہے بشرطیکہ انسان کا جسم یا روح کسی مرض کا نشانہ بن کر ماؤف نہ ہو چکے ہوں۔

جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا اجماع مسئلہ خلافت پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ روحی کے وصال پر ہوا۔ جبکہ بالاتفاق تمام جماعت نے حضور پرنور کے جسد اطہر کی موجودگی میں حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا مولوی نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

مطابق الوصیت خلیفہ

تسلیم کر کے آپ کی بیعت حضرت احمدؑ کے نام پر کی۔ جماعت کے جید علماء بھی موجود تھے اور صحابہ کبار بھی معتمد بھی حاضر تھے اور جماعت کی روح رواں بھی۔ امراء بھی تھے اور غرباء بھی۔ مگر کسی نے اختلاف کیا نہ انکار۔ دل میں اگر کسی کے کوئی مخالفانہ خیال تھے تو واللہ حسیبہٗ۔ اظہار کی جرأت اس وقت تو کسی کو نہ ملی۔ اور امر خلافت متفقہ طور سے انجام پذیر ہوا۔ اور نہ صرف مرکزی جماعت بلکہ جہاں جہاں کے بھی احمدی آئے۔ تمام کے تمام ہی حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر جمع ہو کر سلک وحدت میں پرو دیئے گئے۔ چنانچہ غیر معمولی پرچہ الحکم مورخہ ۲۸ رمئی ۱۹۰۸ء میں سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مطبوعہ چٹھی میرے اس بیان کی موید ہے۔ جس کے ذریعے صاحب موصوف نے تمام جماعت کو اس فیصلہ اور تعمیل سنت خلفاء راشدین کی اطلاع کی۔

یہ تو تھا وہ فیصلہ اور حقیقی اجماع جو جماعت کے اعلم و اتقیٰ اور اقرب و اولیٰ بزرگوں۔ خورد و کلاں عورتوں اور مردوں کی ایسے وقت اور حالات کی موجودگی میں ہوا۔ جبکہ خدا کے

نبی و رسول

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود ہماری آنکھوں کے سامنے اور آپ کی صحبت پاک اور انفاس طیبہ کے تاثرات ہمارے دل و دماغ میں تازہ دنیایاں

موجود تھے۔ لہٰذا یہی عمل اور یہی فعل حقیقی اور سچا فیصلہ و اجماع کہلانے کا مستحق ہے جو علیٰ اولِ وہلۃ تمام جماعت نے کیا۔ اور بلا استثنے افادیانِ انبالہ۔ جالندھر۔ کپورتھلہ۔ امرتسر۔ لاہور۔ گوجرانوالہ۔ وزیر آباد۔ جموں۔ گجرات۔ بٹالہ۔ گورداسپور وغیرہ مقامات کے معزز احباب کے دلوں کو نہایت عاجزانہ دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے امر خلافت پر انشراح بخش کر سیدنا حضرت نورالدین کے ہاتھ پر جمع ہونے کو جھکا دیا۔ اور اس میں کوئی بناوٹ تھی نہ نفس کی ملونی۔ خود غرضی کا کوئی اثر و دخل تھا نہ عزت و آبرو پر دھبے کا وہم نیتیں صاف اور دل نرم تھے۔ اور خدا کا خوف دلوں پر طاری و ساری۔ ہر کوئی اپنے آپ کو یتیم و بیکس سمجھ کر آستانۂ الٰہی پر جھکا ہوا تھا۔ دل تھے سو وہ بغض سے پاک اور خالی تھے کسی کو اپنے رتبہ و مرتبہ کے جانے کی فکر تھی نہ اثر و رسوخ اور اختیارات میں کمی کا وسوسہ بلکہ سبھی کے دلوں کی حالت و کیفیت اس نقطۂ اضطرار کو پہنچی ہوئی تھی جس کا ذکر امّن یجیب المضطر اذا دعاہ میں خدائے عالم الغیوب نے فرمایا ہے۔ سارے ہی لوگ مل جل کر بھی اور الگ الگ بھی دعاؤں میں لگے ہوئے تھے۔ خدا کی راہ نمائی۔ نصرت اور تائید غیبی کے لئے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا رہے تھے۔ آہ و نالہ اور گریہ و فغاں سے گویا میدان حشر کا نقشہ نظر آتا تھا۔ ان حالات میں خدا نے رحم فرما کر

قدرت ثانیہ کا ظہور

فرمایا جس سے ایک تسلی۔ سکون اور اطمینان پیدا ہوا۔ تمام لوگ مطمئن ہو کر گویا ایک پہاڑ کا بوجھ اٹھ جانے کی طرح ہلکے پھلکے اور قضا کی مرضی پر راضی و خوش اپنے آقا و امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام بھیجتے خاندان کے لئے دعائیں کرتے ہوئے گھروں کو لوٹے۔ ایسے نازک اور آڑے وقت کی نکلی مضطربانہ دعاؤں زاری اور التجائیں بھی کبھی خدانخواستہ اکارت و بیکار گئی ہیں جو بارہ چودہ سو بافہ ابندگان الٰہی نے باحالِ زار اور سینہ فگار ہو کر انتہائی تذلل تضرع و الحاح سے خدائے واحد و یگانہ کے حضور اس کی رضا اور راہ نمائی کے لئے کیں۔ نعوذ باللہ

امان کہاں؟

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب اکثر بیان فرمایا کرتے کہ حضور پرنور کے وصال کے بعد جب دوسرے روز صبح ۲۷ مئی کو خواجہ صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبان وغیرہ قادیان آئے۔ سخت گرمی کے دن تھے۔ ان کی خدمت تواضع اور ناشتہ پانی وغیرہ کا کام میرے ذمہ لگایا گیا۔ چنانچہ میں مناسب طریق پر کہہ سنکر ان سب کو باغ سے شہر میں لے آیا۔ حضرت نواب صاحب کے مکان کے نیچے حصہ کے جنوب مغربی خام دالان میں بٹھایا۔ اور موقع محل کے مناسب حال ان کی تواضع کی۔

اس موقعہ پر خواجہ کمال الدین صاحب نے کھڑے ہو کر نہایت ہی پُرسوز تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ

"خدا کی طرف سے ایک انسان منادی بن کر آیا۔ جس نے لوگوں کو خدا کے نام پر بلایا۔ ہم نے اس کی آواز پر لبیک کہی۔ اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔ مگر اب وہ ہم کو چھوڑ کر اپنے خدا کے پاس چلا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"

خواجہ صاحب کا انداز بیان۔ طریق خطاب اور تقریر کچھ ایسا دردبھرا رقت آمیز اور زہرہ گداز تھا کہ ساری مجلس پر سناٹا چھا گیا۔ سکتہ کا عالم اور خاموشی طاری ہو گئی۔ آخر شیخ رحمت اللہ صاحب نے سکوت کو توڑا۔ اور کھڑے ہو کر ٹھیٹھ پنجابی میں جو کچھ فرمایا۔ اس کا خلاصہ مطلب اردو میں یہ ہے۔ کہ:۔

"میں نے قادیان آتے ہوئے راستہ میں بھی بار بار یہی کہا ہے۔ اور اب بھی اسی کو دہراتا ہوں۔ کہ اس بڈھے کو آگے کرو۔ اس کے سوا یہ جماعت قائم نہ رہ سکے گی"۔

شیخ صاحب کے اس بیان پر خاموش رہ کر گویا سبھی نے مہر تصدیق ثبت کی۔ اور سر تسلیم خم کر دیا۔ کسی نے اعتراض کیا نہ انکار۔ اس اتفاق کے بعد انہی اصحاب نے مع دیگر اکابر صحابہ و بزرگانِ جماعت سیدنا نورالدین رضی اللہ عنہ کے حضور درخواست کی جو باغ سے شہر تشریف لائے ہوئے تھے۔ مگر حضرت ممدوح نے کچھ سوچ اور تردد کے بعد فرمایا۔ کہ میں دعا کے بعد جواب دوں گا۔ چنانچہ وہیں پانی منگایا گیا۔ حضرت نے وضو کر کے دو نفل نماز ادا کی اور دعاؤں کے بعد فارغ ہو کر فرمایا:۔

"چلو پھر ہم سب وہیں چلیں جہاں ہمارے آقا کا جسد اطہر اور ہمارے بھائی انتظار میں ہیں"۔

چنانچہ یہ مجلس برخواست ہو کر پھر باغ پہنچی۔ جہاں امر خلافت کے متعلق موجودہ جماعت کے تمام مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے انشراح بخش کر خلافتِ حقہ پر متفق و متحد کر کے سلک وحدت میں پرو دیا۔ اور اس طرح خدا کے فضل سے خلافت قائم ہوئی۔ اور مطابق الوصیت قائم ہوئی۔ کوئی اختلاف ہوا نہ انکار۔ خدا نے اپنے سلسلہ کو خود سنبھالا اور

نبی اللہ المسیح الموعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر جماعت کو حق و صداقت اور سداد و درستی پر قائم کر کے اپنی سنت قدیم کا ظہور فرمایا۔

مگر آپ تعجب کریں گے۔ حیرت و استعجاب اور تردد میں پڑ جائیں گے۔ جب مذکورہ بالا واقعات کے چھٹے ہی روز بعد وقوع پذیر ہونے والے تغیر کا ذکر آپ کے سامنے آئے گا۔ آپ تاسف کریں گے! اور کف افسوس ملنے لگیں گے۔ کیونکہ بات ہی کچھ ایسی ہے کہ اس پر جتنا بھی اظہار حیرت و استعجاب کیا جائے کم ہے۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ قدرت ثانیہ کے قیام کے چھٹے روز چار کرتے دھرتے اور اصحاب جو دعفد پھر قادیان تشریف لائے۔ حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ شہر سے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کو اور مولوی محمد علی صاحب اور بعض اور اپنے ہم خیال آدمیوں کو انہوں نے ساتھ لیا۔ اور

مزار سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جا کر دعا کی۔ کچھ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد شہر کو لوٹے۔ مگر باغ کے شمال مشرقی کونہ پر پہنچ کر خواجہ صاحب نے مغربی جانب باغ کی طرف رخ کر لیا۔ اور ادھر اُدھر ٹہلنے لگے۔ ٹہلتے ٹہلتے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو خطاب کر کے بولے:-

"میاں ہم سے ایک غلطی ہو گئی ہے جس کا تدارک اب سوائے اس کے کچھ نظر نہیں آتا۔ کہ ہم کسی ڈھنگ سے خلیفہ کے اختیارات کو محدود کر دیں۔ وہ بیعت لے لیا کریں۔ نماز پڑھا دیا کریں۔ خطبہ نکاح پڑھ کر ایجاب قبول اور اعلان نکاح فرما دیا کریں یا جنازہ پڑھ دیا کریں۔ بس"۔

خواجہ صاحب کی بات حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ نے سنی اور جواب میں فرمایا:-

"خواجہ صاحب ہم کون ہیں جو خلیفہ کے اختیارات کو تقسیم کریں؟ خلیفہ بن جانے کے بعد وہ حاکم ہیں نہ کہ ہم۔ ان باتوں کا وقت وہ تھا جب آپ لوگ میرے پاس آئے تھے۔ اور خلافت کے متعلق مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا آپکو یاد ہوگا۔ میں نے آپ سے کہا کہ اول تو میری عمر ہی ایسے اہم امور میں کوئی مشورہ دینے کے قابل نہیں۔ دوسرے اس وقت میرا دماغ بھی اس صدمہ عظیمہ کی وجہ سے کام نہیں کرتا۔ مگر باوجود اس کے میں اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اس معاملہ کو اچھی طرح سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جب بیعت کر لی۔ اور ہم بک گئے تو پھر سوائے اس کے کہ ہم ہر رنگ میں ان کی اطاعت کریں چارہ نہ ہوگا۔ مگر آپ لوگوں نے اس وقت اس بات پر اصرار کیا کہ خلیفہ ضرور ہونا چاہیئے۔ خلیفہ کے بغیر جماعت کا شیرازہ قائم نہ رہ سکے گا۔ آخر اس پر اتفاق ہو گیا اور ہم سب نے برضا و رغبت ایک شخص کی بیعت کر لی۔ اور اس کے ہاتھ پر بک چکے تو اب ہم کون ہیں جو اس کے اختیارات میں دخل دیں۔ یا اُن کو محدود کریں؟"۔

یہ جواب حضرت فضل عمرؓ کا خواجہ صاحب نے سنا اور خاموش ہو گئے۔ انہوں نے کسی امید پر یہ بات بڑی حکمت اور موقع شناسی سے شروع کی تھی۔ مگر حضرت محمود کے جواب نے اُن کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ ان کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ اور آزردہ چپل قدمی بعجلت کر کے ساتھیوں سمیت شہر میں آ گئے۔ سیدنا محمود الدار میں تشریف لے گئے۔ اور خواجہ صاحب والے کمرہ مسجد میں داخل ہوئے تو خواجہ صاحب مولوی محمد علی صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے:-

"مولوی صاحب! میاں سے تو نا امید ہو جاؤ۔ وہ تو اب ہمارے ہاتھ سے گیا"۔

الغرض چھٹے روز بعد یہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔ اور خلافت کے خلاف کوششیں شروع کر دیں۔

اور کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا والی مثال ان پر صادق آنے لگی حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو گانٹھنے کا منصوبہ ناکام رہا۔ ہوتے ہوتے وقت گذرتا گیا۔ اور آخر کار جلسہ سالانہ ۱۹۰۸ء پر تو وہ لوگ کھل کھیلے۔ اور اس کے بعد ان لوگوں نے ایک لمبی چوڑی سوچ بچار اور صلاح مشورہ کے بعد کچھ اور حیلے شروع کئے۔ جن کے نتیجہ میں خواجہ صاحب نے ایک پروگرام مرتب کیا۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ خواجہ صاحب خود تو باہر نکلیں اور دورہ کر کے بیرونی جماعتوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا کر لوگوں کو اپنا ہم خیال بنائیں۔ پروپیگنڈا کریں۔ اور قادیان میں مولوی صدر الدین صاحب اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر جہاں مقامی لوگوں میں اپنے خیالات کی اشاعت کر کے انہیں اپنے رنگ میں رنگین کرنے رہیں وہاں باہر سے آنے والے مہمانوں سے میل ملاقات اور راہ و رسم بڑھائیں۔ ان کی آؤ بھگت۔ خاطر و مدارات کے ذریعے اُن کے دلوں میں اپنے اور اپنے خیالات کے لئے جگہ بنائیں۔ اس کے علاوہ ایک تجویز یہ بھی کی گئی۔ کہ بیرونی جماعتوں کے خاص خاص آدمی بلوا کر ایک دعوت کر کے ان پر اثر ڈالا جائے۔ وغیرہ۔ چنانچہ خواجہ صاحب اپنے پروگرام کے ماتحت شہر شہر دورہ کر کے لیکچر دیتے اور اپنے خیالات کی اشاعت کیا کرتے۔ تو جناب مولانا مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی مرکز میں رہ کر اپنا کام عقلمندی و ہوشیاری سے کرتے رہے۔ حتیٰ کہ چند ماہ کی متواتر سعی و کوشش سے ان کو یقین ہو گیا۔ کہ جس مقصد کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے۔ اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جماعت کے لوگ ان کا ساتھ دیں گے۔ اور اس طرح وہ

جماعت سے جو کچھ چاہیں گے منوالیں گے

چنانچہ ۱۹۰۹ء کے شروع میں ان لوگوں نے بڑی تیاریوں کے بعد لمبے چوڑے منصوبے گانٹھ کر اپنے ہم خیال لوگوں کو لے کر قادیان پر بلا بول دیا مسئلہ بڑا از بزرگشت وہی تھا کہ

انجمن حاکم یا خلیفہ؟

ان لوگوں کی تگ و دو اور دوڑ دھوپ کی اطلاعات مرکز میں بھی پہنچا کرتیں۔ مگر خلیفہ وقت نہایت رحیم و کریم طبیعت کے انسان تھے کسی کی ٹھوکر کا موجب بننے سے بچنے کی انتہائی کوشش فرماتے۔ اور اکثر چشم پوشی سے کام لیا کرتے۔ اور جب تک کوئی بات اپنی حد سے گذر نہ جاتی۔ اس کی طرف چنداں توجہ نہ دیتے۔ مرکز کے سمجھدار لوگ خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کی کارروائیوں کو خطرہ کی نگاہ سے دیکھتے۔ مگر فتنہ کے خوف سے خاموش رہتے لیکن جب بات بہت بڑھ گئی۔ تو خلیفہ وقت نے بھی توجہ فرمائی۔ اور آخر مجبور ہو کر آپ نے اس قسم کے سوالات کو بعض اصحاب الرائے کے پاس جواب کے لئے بھیجدیا۔ جماعت مرکز نے بھی حتی الوسع اپنا فرض ادا کیا۔ لاہور کے جلسہ کی روئداد معلوم ہونے پر ایک جلسہ کر کے خلافت سے وابستگی اور مقام خلافت کی عظمت اور اس کے واجب الاطاعت ہونے کے متعلق تقاریر کر کے ریزولیوشن پاس کیا۔ یہ جلسہ حضرت عرفانی صاحب کی تحریک پر انہی کے مکان کے بالاخانہ پر ہوا۔ جس میں بیالیس اصحاب شریک ہوئے جن میں سے صرف دو نے اختلاف کیا۔ اور باقی تمام متفق تھے۔ ۳۱ر جنوری ۱۹۰۹ء کی تاریخ اس قضیہ کے فیصلہ کا دن مقرر تھا۔ صبح کی نماز حسب معمول حضرت سیدنا نور الدین خلیفہ وقت نے مسجد مبارک میں پڑھائی۔ جو پیش آنے والے تاثرات کے ماتحت خاص ہی نماز تھی۔ حضرت نے سورہ البروج تلاوت فرمائی۔ اور اگرچہ آج کی نماز شروع سے لیکر آخر تک ساری ہی سوز و گداز۔ عجز و نیاز۔ گریہ و بکا۔ اور تضرع اور خشوع خضوع کا مجموعہ تھی۔ مگر جب آپ آیت قرآنی ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جہنم ولھم عذاب الحریق پر پہنچے تو آپ کی آواز بھی نہ صرف یہ کہ درد و کرب سے بھرائی ہوئی نکلتی تھی۔ بلکہ چیخیں نکل رہی تھیں۔ آپ نے اس آیت کو دہرایا اور پھر تیسری بار پڑھا۔ وہ سماں آج بھی یاد آ کر دل کو تگھلا دیتا اور رنج گلوگیر بن جاتا ہے۔ مسجد آہ و نالہ اور فغاں سے گویا ماتم کدہ بن رہی تھی۔ لوگ بلبلا بلبلا کر سسکیاں لیتے اور دعائیں کرتے تھے۔ سجدہ گاہیں آنکھ کے پانی سے تر اور روتے روتے لوگوں کی گھگیاں بندھ گئی تھیں نماز اپنی کیفیت کے لحاظ سے خاص ہی نماز تھی جو کبھی کبھی اللہ کے فضل سے کبھی میسر آیا کرتی ہے۔

پھر مسجد مبارک کی چھت پر ہوا جو کچھ ہوا۔ سیدنا خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہتے ہوئے کہ

"میں تمہاری بنائی ہوئی مسجد میں کھڑا بھی نہیں ہوتا"

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور والے کمرہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے تھے۔ اس نقشہ کو دیکھنے۔ حالات کو جاننے اور حضرت ممدوح کی تقریر کے سننے والے خدا کے فضل سے ابھی بہت وجود موجود ہیں۔ جبکہ آخر تائب ہو کر اُن خیالات کو ترک کرنے کے عہد پر دوبارہ بیعت توبہ کرنی پڑی۔

یہ درست ہے کہ محترم حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے وہ چند سوالات حل اور وضاحت کرانے کی غرض سے لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور پیش کئے تھے۔ مگر وہ سوال پیدا انہیں اکابر کے کئے ہوئے تھے۔ جو عموماً اپنی مجالس اور نشستوں میں اپنے جلسوں اور وعظوں میں۔ بلکہ تقریروں اور تحریروں میں دہراتے اور سجا سجا کر لوگوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اور جنہوں نے اس سے چند روز قبل سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اپنی تقریرات کو اپنی باغیانہ خیالات کی اشاعت کا ذریعہ اور آلہ بنایا تھا۔ حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ وہ ان ایام میں محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو پڑھانے کے لئے حضور کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ ایک دن صبح جو آپ حضرت کے بالاخانے پر تشریف لے گئے تو سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سبق شروع کرنے سے قبل حسب ذیل رؤیا سنایا۔

"میں نے دیکھا کہ بالکل نیا ایک ہال ہے جو احمدیت کا ہال معلوم ہوتا ہے۔ اور ابھی لکڑیوں کے چھلکے وغیرہ ادھر ادھر پھیلے پڑے ہیں۔ ہال مکمل ہو چکا ہے بارہ۔ چودہ یا سولہ شہتیر اس کی چھت کے ہیں۔ اتنے میں ہمارے ماموں میر محمد اسحٰق صاحب کھیلتے کودتے اس ہال میں آ نکلے ان کے ہاتھ میں دیا سلائی ہے۔ جو انہوں نے رگڑ کر جلائی اور لکڑی کے خشک چھلکوں کو دکھا دی جو ادھر ادھر فرش پر پھیلے پڑے تھے۔

فرمایا۔

میں نے دیکھا۔ کہ آگ بھڑک کر شعلے بلند ہوئے۔ اور چھت کے شہتیروں میں سے بعض شہتیر جل کر راکھ ہو گئے ہیں"۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خواب سن کر میں نے عرض کیا کہ "اسکی تعبیر تو ظاہر بھی ہو چکی۔ وہ آگ لگ چکی ہے اس پر حضرت نے دریافت فرمایا۔ وہ کیسے؟

(باقی صفحہ ۹ کالم ۳ پر)

"شری کرشن رودر گوپال"

اسلامی تعلیم کی رو سے جس طرح دنیا کے ہر ملک اور قوم کی جسمانی اور دنیوی ضروریات کے پورا کرنے کے سامان خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے پیدا فرمائے ہیں۔ اسیطرح ہر خطہ اور ہر قوم کی روحانی اور اخروی ضروریات کو پورا کرنے اور دنیا سے گناہ۔ بدمذہبی اور بد اخلاقی کو دور کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے نبیوں۔ رسولوں۔ اوتاروں اور رشیوں۔ منیوں کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ یعنی دنیا کی ہر قوم میں کوئی نہ کوئی پیغمبر آتا رہا ہے۔ اسی طرح فرمایا ولکل قوم ھاد۔ یعنی ہر قوم کی روحانی حالتوں کو درست کرنے کے لئے ہادی و رہنما خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے۔

اسلام کی مندرجہ بالا تعلیم جس طرح مختلف قوموں اور مذاہب کے درمیان اتفاق و اتحاد کے قیام میں مدد دے سکتی ہے وہ ظاہر اور واضح ہے۔ اسلام کے اس اصول کو احمدیہ جماعت کی طرف سے نصف صدی سے زائد عرصہ سے دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ اور اس کو عملی صورت دینے کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی زیر ہدایت کئی سال سے "پیشوایانِ مذاہب" کے جلسے دنیا کے مختلف حصوں میں احمدیہ جماعت منعقد کر رہی ہے۔ ان جلسوں کا مختلف قوموں میں باہمی تعلقات کی استواری اور آپس میں محبت و پیار اور اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے بہت خوشگوار اثر پڑا ہے۔ اور یہ طریق ملک کے اندرونی امن کے لئے ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوا ہے۔

دعوۃ و تبلیغ قادیان کی طرف سے پیشوایانِ مذاہب کے جلسوں کے انعقاد کے لئے ۱۰ مارچ کی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ اس تعلق میں ذیل میں سری کرشن جی کے سوانح حیات کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھا جاتا ہے۔

(۲)

حضرت کرشن علیہ السلام کی زندگی کے دو ماخذ قدیم ہندو لٹریچر میں اس وقت موجود ہیں ایک مہابھارت اور دوسرا شریمت بھگوت گیتا ہے۔ حضرت کرشن کی پیدائش آج سے قریباً پانچ ہزار سال پیشتر متھرا میں بیان کی جاتی ہے۔ آپ کی ولادت کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ متھرا کا راجہ کنس آپ کا ماموں بڑا ظالم تھا۔ اسے جوتشیوں اور نجومیوں نے بتایا کہ تیری بہن کا لڑکا تیرا ہلاک کرنے والا اور تیری حکومت کو برباد کرنے والا ہوگا۔ اس لئے کنس نے اپنی بہن اور بہنوئی کو قید کر دیا۔ اور ان کے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا اُسے قتل کر دیتا تھا۔ اسی طرح ان کے کئی بچے ضائع ہو گئے۔ شری کرشن جی کی پیدائش رات کے وقت ہوئی۔ آپ کے والد آپ کو سخت بارش میں متھرا سے گوکل لے گئے۔ جہاں نند نامی ایک گوالے کے ہاں اس کی بیوی جسودھا سے اس رات ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ حضرت کرشن کے والد نے نند سے اپنی مصیبت اور مظلومی کی ساری داستان کہی۔ اس کو رحم آگیا۔ اس نے کہا اپنا لڑکا مجھے دے جائیں اور میری نوزائیدہ بچی آپ لے جائیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ کنس کو جب خبر پہنچی کہ میری بہن کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ تو اُس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ نند کی لڑکی اس کے حکم کی تعمیل میں قتل کر دی گئی۔

حضرت کرشنؑ نند گوالے کے ہاں پرورش پاتے رہے۔ اور ذرا بڑے ہونے پر بچوں کے ساتھ جنگل میں گائیں بھی چراتے رہے۔ جب آپ جوان ہوئے تو اپنی خداداد قوت اور حسن تدبیر سے کنس کو قتل کیا۔ اور اپنے ماں باپ اور دوسرے مظلوموں کو اس کے پنجۂ استبداد سے نجات دلائی۔

بھگوت گیتا کرشن کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ جو آپ نے شری ارجن کو اپدیش کئے تھے۔

حضرت کرشن علیہ السلام نے اپنے نمونہ سے یہ تعلیم دی کہ نہ یہ طریق درست ہے کہ دنیا کو بالکل ترک کر کے انسان کشمکش حیات سے علیحدہ ہو کر آبادیوں سے الگ جنگلات میں بسیرا کرے اور نہ ہی یہ طریق پسندیدہ ہے کہ انسان بالکل دنیا کا ہی کیڑا ہو جائے۔ اور دن رات دنیوی مشاغل میں منہمک رہے اور اپنی روحانی اور اخروی زندگی سے لاپرواہ ہو جائے۔ بلکہ ان دونوں افراط و تفریط کے رستوں کے درمیان میں چلنا انسان کے لئے مفید اور بابرکت ہے۔

اسی طرح شریر کو سزا دینے یا معاف کرنے میں بھی بہت سے لوگ نادرست طریق کو اختیار کرتے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ شریر کو سزا بالکل نہ دینی چاہیئے۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ شریر کو بہرحال سزا دینی چاہیئے۔ حضرت کرشن علیہ السلام نے یہ تعلیم دی کہ یہ دونوں طریق درست نہیں۔ ہمیشہ سزا دیتے یا معاف کرتے وقت محل و موقع کو دیکھنا چاہیئے۔

چنانچہ حضرت کرشنؑ نے بھی یہی تعلیم دی۔ آپ کے زمانہ میں وہ عظیم الشان جنگ ہوئی تھی۔ جو ہندوستان کی تاریخ میں جنگ مہابھارت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جنگ کوروکشیتر کے میدان میں کوروؤں اور پانڈوؤں کے درمیان ہوئی تھی۔ جس میں قریباً ۲۵ لاکھ نفوس ہلاک ہوئے تھے۔ کورو ظالم تھے۔ اس لئے حضرت کرشنؑ نے پانڈوؤں کا ساتھ دیا۔ جب میدان جنگ میں طرفین کے بہادر اُترے اور جنگ کا بگل بج گیا۔ تو ارجن نے دوسری طرف اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیکھ حضرت کرشنؑ سے کہا کہ ہمارے مقابل میں ہمارے عزیز اور قریبی رشتہ دار ہیں مجھ میں انہیں قتل کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ اے شری کرشن! مجھے حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر مجھے تینوں جہانوں کی حکومت بھی مل رہی ہو۔ تب بھی میں ان کو نہیں ماروں گا۔ یہ کہہ کر ارجن تیر کمان پھینک کر بیٹھ گئے۔ لیکن حضرت کرشنؑ نے نہایت زبردست تقریر کی۔ اور ارجن کو کہا کہ کیا تو ان کے لئے افسوس کرتا ہے۔ جن کے لئے افسوس نہیں کرنا چاہیئے۔ انصاف اور راستی کے قیام اور ظلم اور ناراستی کو برباد کرنے کے لئے جو جنگ کی جائے۔ وہ جنت کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ اگر تو اس دھرم کی لڑائی میں شامل نہ ہوگا تو گنہگار ہوگا۔ اس پر ارجن اُٹھے اور ظالم کوروں سے اٹھارہ دن تک لڑتے رہے اور بالآخر فتحیاب ہوئے۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے حضرت کرشن نے ہر طرح سے فریقین میں صلح کی کوشش کی۔ مگر جب کورو اپنی ضد پر اڑے رہے اور ناراستی کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ تب حضرت کرشن نے پانڈوں کے ساتھ ہو کر ظلم کے خلاف لڑائی کی۔ اور پھر اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی کہ مقابل پر رشتہ دار اپنی ہی قوم کے لوگ ہیں۔ اس میں آپ نے یہ تعلیم دی کہ ظالم خواہ کوئی ہو اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور ظلم کے مٹانے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء نے بھی جو لڑائیاں کیں وہ مجبوراً کیں اور دشمنِ حق جب کسی طرح بھی راہ راست پر نہ آئے تو تلوار سے ان کو نیست و نابود کرنا پڑا۔ تا دنیا میں امن قائم ہو در اصل ہمیشہ سے تمام نبیوں کا طرز عمل شریر کو سزا دینے اور اس کے شر کو دفع کرنے کے بارے میں یہی رہا ہے

عبادت الٰہی کے متعلق حضرت کرشنؑ کی تعلیم یہ ہے کہ نیکی صرف خدا تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کرنی چاہیئے۔ گیتا ادھیائے ۱۸ میں ہے کہ ارجن نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا مجھے خدا کی عبادت کرنے کا پھل ملیگا؟ آپ نے فرمایا کہ بیشک جو شخص نیک اعمال اور خدا کی عبادت کرتا ہے یقیناً اُسے پھل ملیگا۔ لیکن پھل کی نیت سے نیکی کرنا ادنیٰ خیال ہے۔ بلکہ نیکی کو نیکی سمجھ کر اور اسلئے کرو کہ خدا تم سے راضی ہو جائے۔ پس اپنے سارے کاموں اور عبادتوں میں پھل ملنے کی خواہش کو دل سے نکال دو۔ تا تمہیں رضاء الٰہی حاصل ہو۔ اور تم خدا کے پیارے بن جاؤ۔ نیکی کے متعلق یہ نہایت بلند نظریہ ہے۔ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی اے لوگو! اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔

نفسانی خواہشات کو دبانے اور ذکر الٰہی سے اطمینانِ قلب حاصل کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہیئے اپنے نفس کو خواہشات کے سمندر میں ڈوبنے سے بچائے۔ اور یہ بالکل سچ ہے کہ نفس ہی انسان کا دوست ہے اور یہی اس کا دشمن بھی ہے نفس ان لوگوں کا دوست ہے جنہوں نے نفس امّارہ پر غلبہ حاصل کر لیا اور جو اس کے مغلوب ہو گئے یہ ان کا دشمن ہے پس جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کو دبا کر رانوں کو خدا تعالےٰ کی عبادت کر کے اطمینانِ قلب حاصل کرتا ہے وہ اپنے نفس پر غالب آ جائے گا۔ اور ایسے آدمی کو خدا ملتا ہے۔

آخر میں یہ ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے جہاں اسلامی تعلیم کے اور بہت سے پہلو دنیا کے سامنے واضح کئے وہاں سری کرشن علیہ السلام کے متعلق بھی مندرجہ ذیل تعریفی فقرات استعمال فرمائے۔ جو آپ کی کتاب لیکچر سیالکوٹ میں موجود ہیں۔

"راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی

(باقی صفحہ ۱ کالم ۱ کے نیچے)

بدر کے معاونین

مندرجہ ذیل احباب نے ازراہ مہربانی اخبار بدر کی اعانت کے لئے رقوم عطا فرمائی ہیں۔ جن کا شکریہ کے ساتھ اعلان کیا جاتا ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ ان دنوں مرکز سلسلہ مالی لحاظ سے بہت مشکلات میں مبتلا ہے اور باوجود اس کے خدا تعالےٰ کے فضل سے اخبار بدر کا اجراء کر دیا گیا ہے لہذا احباب سے گذارش ہے کہ سلسلہ کے اس آرگن کی درمے دامے قلمے امداد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ (مینیجر)

مکرم سیٹھ حافظ عبد الرحمٰن صاحب بٹن فیکٹری حیدرآباد دکن ۵۰۰ روپے

مکرم سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ ۲۶ "

مکرم کمال الدین صاحب مدارس ۵/- "

مکرم بھائی شبیر محمد صاحب درویش ۶/- "

حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت قادیان ۶ "

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا سفر سندھ

ربوہ سے بشیر آباد سندھ تک سفر کے مختصر کوائف

(از مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے سفر سندھ کے حالات کے متعلق ذیل میں ایک مضمون شائع کیا جاتا ہے۔ ہم ہندوستانی احباب بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے اپنے آقا کے دیدار سے عارضی طور پر محروم ہیں۔ لیکن ہماری روحیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے بے تاب ہیں۔ خدا تعالیٰ وہ دن جلد لائے جب ہمارے امام و پیشوا بایں مرام اپنے مقدس اور دائمی مرکز میں مراجعت فرمائیں۔ آمین۔ (ایڈیٹر)

جب سے سندھ میں جماعت کے لئے جائداد خرید کی گئی ہے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کی نگرانی کرنے، حسابات کی پڑتال کرنے اور کارکنوں کو ان کے کام کے متعلق مناسب ہدایات دینے کے لئے تقریباً ہر سال سندھ کا سفر فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی حضور نے اس غرض کے لئے سندھ کا سفر اختیار فرمایا۔

حضور ربوہ سے بروز ۲۷ فروری ۱۹۵۵ء بروز سوموار چار بجے صبح چناب ایکسپریس سے روانہ ہوئے مخلصین جماعت کی ایک بڑی تعداد الوداع کے لئے پلیٹ فارم پر موجود تھی۔ حضور کے چار سیٹوں کا ایک سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ ربوہ سے حیدرآباد سندھ کے لئے ریزرو کروا لیا گیا تھا۔ قیام ربوہ کے بعد یہ پہلا سفر تھا۔ جو حضور اقدس نے ربوہ سے بذریعہ ریل فرمایا۔

قافلہ ۱۳ افراد پر مشتمل تھا۔ حضور اقدس کے ہمراہ اہل بیت میں سے حضرت ام وسیم صاحبہ حرم ثانی اور صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ مع اپنی نو عمر بچی کے تھیں۔ باقی خوش قسمت افراد میں سے کہ جنہیں اس سفر میں حضور کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب مکرم میاں عبدالرحیم صاحب اور مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب پرائیویٹ سیکرٹری کے نام قابل ذکر ہیں۔

روانگی سے قبل رستہ کے قریب کی جماعتوں کو بذریعہ ڈاک حضور کے اس سفر کی اطلاع کر دی گئی تھی۔ چنانچہ لائلپور۔ گوجرہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ شورکوٹ روڈ عبدالحکیم۔ خانیوال۔ ملتان چھاؤنی و شہر۔ لودھراں بہاول پور۔ سمہ سٹہ۔ خانپور۔ رحیم یار خاں۔ صادق آباد۔ اور روہڑی کے سٹیشنوں پر مقامی اور ارد گرد کی جماعتوں کے احباب حضور سے شرف زیارت حاصل کرنے کے لئے منتظر کھڑے تھے۔ پدیدن اور ٹنڈو آدم کے سٹیشن پر بھی احباب جماعت حضور کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ لیکن چونکہ رات کا وقت تھا۔ اور حضور آرام فرما رہے تھے۔ لہذا حضور سے ملاقات نہ کر سکے۔ عورتیں اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی اشتیاق دید میں مردوں سے کچھ کم نہ تھے۔ جونہی گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچتی وہ مشتاقانہ نظروں کے ساتھ حضور کا استقبال کرتے اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہوئے اس کمپارٹمنٹ کی طرف دوڑتے آتے جس میں حضور سفر فرما رہے تھے۔ ہر جگہ پر مقامی عہدیداروں نے آگے بڑھ کر جماعت کے افراد کا تعارف کرایا۔ اور حضور سے مصافحہ کرایا۔ بعض جگہوں پر زائرین کا اتنا ہجوم تھا کہ باوجود کوشش کے بعض دوست شرف مصافحہ سے محروم رہے۔ لیکن بہرحال وہ شوق مصافحہ میں اپنے ساتھیوں سے کم نہیں تھے۔

جماعت احمدیہ گوجرہ نے حضور کی خدمت میں تمام قافلے کے لئے صبح کا ناشتہ پیش کیا۔ جماعت احمدیہ ملتان شہر و چھاؤنی نے نہ صرف قافلہ کو دوپہر کا کھانا پیش کیا۔ بلکہ جماعتی اور انفرادی طور پر حضور کی خدمت میں ایک بڑی مقدار میں پھل بھی پیش کیا۔ جماعت احمدیہ خانپور نے سہ پہر کا ناشتہ پیش کیا۔ شام کا کھانا مکرم ڈاکٹر فرزند علی صاحب اور جماعت احمدیہ صادق آباد کے بعض دیگر احباب نے پیش کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

جماعت کے احباب کے شوق دیدار اور وارفتگی کے عالم کو دیکھ کر ہر کس و ناکس متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ دشمن کہتا ہے احمدیت کیا ہے۔ محض دکانداری ہے۔ مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے کمائی کا ایک ذریعہ بنایا ہے۔ مگر وہ نادان یہ نہیں سمجھتا کہ بناوٹ بناوٹ ہی ہے۔ ملمع خالص سونے کا قائمقام نہیں ہو سکتا۔ ایک وقت تک دنیا کو دھوکا میں رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن مرور زمانہ اس کی حقیقت کو جلد بے نقاب کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر فی الواقعہ بخیال دشمنان بناوٹ سے کام لیا ہوتا تو اس کا اثر اتنا دیرپا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ ماننے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بدظن ہو جاتے ان کا اخلاص اور عشق روز افزوں ترقی پر ہے۔ وقتی طور پر لوگوں کو دھوکا دیا جا سکتا ہے لیکن دلوں پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہزاروں جماعتیں بنیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ لیڈر پیدا ہوئے۔ بڑے سے بڑے عالم کہلانے والے گذرے۔ لیکن ان میں سے کوئی اپنے ماننے والوں کے دلوں پر قبضہ نہیں کر سکا۔ سوائے ان کے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور اور اس کے وحی و الہام کے مہبط ہونے کے داعی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے علم کلام سے جماعت کے اندر ایسی روح پیدا کر دی ہے۔ کہ مخالف کی طوفان انگیز آندھیاں اس کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکیں۔

اور یہ عظیم الشان نشان ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے جماعت کے مخلصین کے وارفتگی کے عالم نے اکثر دیکھنے والوں کو متاثر کیا اور ان کے دلوں میں بھی اشتیاق دید پیدا کر دیا۔ بیسیوں دوست ایسے تھے جنہوں نے افراد قافلہ سے اس شوق کا اظہار کیا اور پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے شرف مصافحہ حاصل کیا۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض بعض دعناد کے سبب اس نظارہ کی تاب نہ لا سکے۔ اور پیچھے ہٹ کر حاضرین کو بعض فرسودہ اعتراضات اور غلط اتہامات دہرا کر ان کی توجہ کو پھرانے کی کوشش کرتے رہے لیکن وہ اپنی کوششوں میں ناکام رہے۔ سورج جب نکل آتا ہے تو پھر خواہ ہزار دلیلیں دی جائیں۔ کوئی شخص اس کی موجودگی سے انکار نہیں کر سکتا۔ لوگوں کے سامنے مجسم نور تھا جس کی شعاعیں ان کے دلوں کے مخفی کونوں پر بھی پڑ رہی تھیں۔ نادان یہ نہیں جانتے کہ گلاب کا پھول کتنی خوشنما چیز ہے۔ اور توڑنے والا اس کے قتل کرنے میں کانٹوں کی بھی پروا نہیں کرتا۔ شہد کی مکھیاں اس کا رس چوس کر شہد جیسی لذیذ چیز بنا دیتی ہیں۔ لیکن نجاست کا کیڑا اپنے توت شامہ کے مسخ ہو جانے کے اس کی خوشبو کی تاب نہیں لا سکتا اور مر جاتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ نجاست کا کیڑا اس کی خوشبو کی تاب نہیں لا سکا۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ خود گلاب کا پھول کوئی قابل نفرین چیز ہے۔ نور نور ہی ہے۔ اگر ہزار انکار کیا جائے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بعض لوگ حسد کی آگ میں پڑ کر اپنی ہستی ختم کر لیتے ہیں۔۔

اڑھائی بجے صبح کے قریب گاڑی حیدرآباد سندھ پہنچی۔ پلیٹ فارم پر سید عبدالرزاق صاحب اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر فقیر محمد صاحب پریذیڈنٹ لوکل جماعت چوہدری احمد سعید صاحب وکیل حیدرآباد اور جماعت کے دوسرے دوست موجود تھے۔ کیپٹن آغا عبدالحمید صاحب نے حضرت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے موجب جس کی اطلاع ان کو بذریعہ تار پہلے سے مل چکی تھی۔ ریفریشمنٹ کا انتظام کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ روہڑی کے بعض احباب بھی حیدرآباد تک ساتھ آئے۔

حیدرآباد سندھ سے ٹنڈو الہ یار کے لئے گاڑی بدل گئی۔ گاڑی میں حیدرآباد سے ٹنڈو الہ یار تک سیٹیں ریزرو کرانے اور ٹکٹ خریدنے میں مکرم محمود احمد صاحب ہیڈ کلرک ریلوے اور مکرم سید علی شاہ صاحب ٹکٹ چیکر نے مدد کی فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

گاڑی چھ بجے ٹنڈو الہ یار پہنچی۔ مکرم چوہدری محمد سعید صاحب جو مکرم نواب چوہدری محمد الدین صاحب کے فرزند ارجمند ہیں انہوں نے اپنی کار حضور ایدہ اللہ کے سفر کے لئے پیش کی تھی۔ ایک جیپ کار ظفر اسٹیٹ کی تھی۔ اور ایک جیپ سیٹ کی تھی۔ ان پر حضور اقدس مع اہل بیت اور قافلہ کا ایک حصہ بشیر آباد کے لئے روانہ ہوا۔ اور قافلہ کے باقی افراد اور سامان بس کے ذریعہ جو اس غرض کے لئے قبل از وقت ریزرو کرا لی گئی تھی بشیر آباد پہنچے۔

حضور اقدس اور قافلہ کے قیام کا انتظام بشیر آباد کے قریب ایک بنگلہ میں کیا گیا تھا۔ سٹیٹ منیجر مکرم چوہدری محمد اسماعیل صاحب خالد واقف زندگی سٹیٹ کے دیگر کارکنوں اور جماعت کے دوستوں نے حضور کا استقبال کیا۔ دوپہر کا کھانا جماعت احمدیہ بشیر آباد اسٹیٹ کی طرف سے دیا گیا۔

حضور کی طبیعت دوران سفر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی رہی۔ باقی افراد قافلہ بھی بخیر و عافیت تمام منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ الحمد للہ۔

بقیہ صفحہ ۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔

"تب میں نے عرض کیا کہ میر محمد اسحٰق صاحب نے بعض سوالات لکھ کر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیدیئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی وہ آگ ہے جس کے نتیجہ میں بعض شہیر اس کا جل جانا لازمی ہے۔"

حضرت مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میرے اس بیان سے صاحبزادہ والا تبار کو سخت صدمہ ہوا جس کی وجہ سے آپ نے کتاب جو پڑھنے کیلئے کھولی ہوئی تھی اور پھر اس رنج و غم میں پھر کتاب بند کر دیا۔

حضرت کی اس رؤیا کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ:۔

"جب میر محمد اسحٰق صاحب نے دیا سلائی سلگائی تو حضرت نے ان کو روکا کہ چھلکوں میں نہ لگاؤ۔ مگر میر صاحب نے باوجود منع کرنے کے آگ لگا ہی دی۔"

الغرض ہمارے ان غلطی خوردہ بھائیوں نے خلافت کا اقرار کرنے کے بعد انکار، بیعت کر لینے کے بعد بغاوت اور سرکشی اختیار کی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس انکار پر اصرار نہ کیا۔ آخر جلد ہی نادم و تائب ہوئے۔ اور از سر نو بیعت کر کے پورے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ پر عمل پیرا ہو کر نیک پاک احمدی بن گئے۔ مگر (باقی آئندہ)

امن پسند جماعت

کیپٹن گورچرن داس صاحب کپور ایم ایس سی فیروز پور کے تاثرات

"میں آج قادیان میں کئی برسوں کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے آیا۔ انجمن احمدیہ کے دفتر میں حاضر ہوا۔ مقدس مقامات کی زیارت کی۔ دل کو بڑی خوشی ہوئی ہے۔

آج مجھے اچھی طرح سے معلوم ہوا ہے کہ یہ (احمدیہ) جماعت بڑی امن پسند اور خدائی عبادت پھیلانے والی ہے ایسی صلح کل اور خدا کی نزدیکی (قرب) بتانے والی جماعتیں بہت کم ہیں۔ میں بھی کوشش کروں گا کہ ان کی جماعت کی مثال سے کر خدا کی عبادت کرسکوں میں ان کا بڑا اشکریہ ادا کرتا ہوں کہ خدا کی عبادت اور پاک اوصاف پیدا کرنے کے لئے میرے دل میں خواہش پیدا کی"

برطانیہ کی پندرہ لاکھ غیر شادی شدہ عورتوں کا مقدمہ عوام کے سامنے

ایک بیوی کا رواج سائنٹفک نہیں

لندن کی میری سمتھ نامی ایک استانی نے حال ہی میں ایک کتاب "ایک بیوی" کے نام سے لکھی ہے جس میں اس نے برطانیہ کی پندرہ لاکھ غیر شادی شدہ عورتوں کا مقدمہ عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ چونکہ اس ملک میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے اس لئے ہر عورت شوہر کو پانے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد اس نے کہا ہے کہ ایک بیوی کا رواج ناکام ہوچکا ہے اور رواج بھی کوئی سائنٹیفک نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد یا تو مذہب پر ہے یا اس خیال پر کہ قدرت نے ایک مرد کے لئے ایک ہی بیوی مقرر کی ہے۔ موصوف نے ایک بیوی کے رواج کو خطرناک ثابت کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ جس طرح حکومت لوگوں کو ملازمت دلانے کا ذمہ لیتی ہے اسی طرح وہ عورتوں کو بھی شوہر دلانے کی ضمانت دے۔

ہمیں یہاں یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر یک زوجگی کا رواج قانون فطرت کے مطابق ہے تو برطانیہ کی وہ پندرہ لاکھ عورتیں کہاں جائیں جن کو جستجو کے باوجود شوہر نہیں ملتے۔ برطانیہ کا قانون یہ کہتا ہے کہ وہ ایسے مردوں سے شادی نہیں کر سکتیں جن کے پاس پہلے سے بیوی موجود ہے لیکن کوئی قانون ایسا نہیں جو یہ کہے کہ ایسی غیر شادی شدہ عورتیں شادی کے بغیر کسی مرد سے جنسی تعلقات قائم نہ کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر کنواری عورت یا تو ساری عمر تنہائی میں گذارے یا پھر بے ضابطہ اپنی فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے کسی غیر مرد کے پاس جائے اب خواہ ایسا مرد شادی شدہ ہو یا کنوارا۔ یعنی مرد کو بھی اجازت ہے کہ وہ ایک عورت کی موجودگی میں دوسری عورت سے متمتع ہوسکتا ہے۔ البتہ غضب ہو جائے گا اگر وہ دوسری عورت سے باضابطہ شادی کرے اور اسے بھی اپنی بیوی بنائے۔ دوسرے الفاظ میں برطانیہ کے اندر دو بیویوں کا رکھنا تو جائز نہیں البتہ عورت اور مرد کو حرامکاری کی کھلی اجازت ہے۔

داشتہ آید بکار:- مسئلہ وحدت ازدواجی اور تعدد ازدواجی کو سمجھنے کے لئے ذرا تفصیل کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اس کی ترتیب قائم کرنا چاہیں تو وہ اس طرح ہوگی۔

وحدت ازدواجی	Monogamy
دو عورتوں سے شادی	Bigamy
دو سے زیادہ عورتوں سے شادی	Polygamy
ایک بیوی اور کئی اس کی اسسٹنٹ عورتیں یا داشتہ	Monoggay
ایک شوہری عورت	Monandry
چند شوہری عورت یعنی جس کے کئی خاوند ہوں	Polyandry
ایسی شادی جو خاندان کے اندر ہو	Endogamy
ایسی شادی جو خاندان سے باہر ہو	Exogamy

اب آپ غور فرمایئے کہ وحدت ازدواجی اپنی اصل کے اعتبار سے کیا ٹھہری یعنی ایک زوجگی مونوگیمی کے خلاف نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا۔ کہ مرد شادی تو ایک ہی عورت سے کرے لیکن وہ چاہے تو دو چار عورتوں کو بطور داشتہ رکھ سکتا ہے۔ گویا دوسری عورت کو ضابطہ میں تو نہیں رکھ سکتا۔ بے ضابطہ طور پر جتنی چاہے رکھ لے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تعدد ازدواجی کا مقابلہ وحدت ازدواجی سے نہیں بلکہ لامحدود حرامکاری سے ہے۔ اگر اسلام کی محدود تعداد ازدواجی کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس کے ذریعہ لامحدود حرامکاری کا انسداد ہوسکتا ہے۔ چونکہ مغرب کے دانش فروشوں نے اس مقابلہ کو نہ سمجھا۔ اس لئے وہ ضابطہ سے نکل کر بے ضابطگی میں آگئے۔ اور ایسے آئے کہ نہ ایک دو کی گنتی اور نہ سو پچاس کی۔

قاتلھم اللہ انی یؤفکون

(رفتار زمانہ مورخہ ۸؍ مارچ ۱۹۵۲ء)

درخواست دعا

چوہدری مبارک علی صاحب کی امتحان ۱۴؍ اپریل کو ہو رہا ہے وہ احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۳ — چندوں کی اہمیت

ظاہر کریں گے۔ تاکہ جماعتی فنڈ مضبوط ہو۔ اور تبلیغ کے کام کو زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جاسکے۔ جلسہ سالانہ میں تو اب آپ لوگ آنا شروع ہو ہی گئے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بھی قادیان میں آتے رہیں گے تاکہ مرکز سے آپ کے تعلقات زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوں۔ اور آپ لوگوں کے آنے سے مرکز والوں کا حوصلہ بلند ہے۔ اور مرکز کے لوگوں کے ملنے سے آپ کے ایمان میں تازگی ہو۔

اگر آپ لوگ ان باتوں پر عمل کریں گے۔ تو میں امید کرتا ہوں کہ اگلے سال کا جلسہ اس سال کے جلسہ سے بہت بڑا ہوگا۔ اور اگلے سال کی جماعت اس سال کی جماعت سے زیادہ مخلص ہوگی۔ اور اگلے سال کی مالی وسعت اس سال کی مالی وسعت سے کہیں بڑھ کر ہوگی اور خدا تعالیٰ کے فضل کی ہوائیں چلنے لگ جائیں گی۔ مایوسی کے بادل چھٹ جائیں گے امیدیں دلوں میں کلبلانے لگ جائیں گی۔ عزم اور یقین قلوب میں ڈیرہ لگا لیں گے۔ اور دیکھو احمدیت کی روحانی فوج بنی نوع انسان کو گھیر کر خدا تعالیٰ کے دروازہ کے آگے لانے کیلئے ایک پر شوکت اور پر ہیبت مارچ کر رہی ہوگی۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی)

صفحہ نمبر ۸ سے آگے۔

اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اُترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور بااقبال تھا جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اسکا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا مجھے منجملہ الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ "ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے"۔

فہرست وعدہ جات درویش فنڈ اور جماعت کے مخیر احباب

نمائندگان جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے فیصلہ کے مطابق تحریک "درویش فنڈ" کا اجرا کرتے ہوئے جماعت کے ذی استطاعت مخیر احباب کو اس میں حصہ لینے کی دعوت دی جا چکی ہے۔ موجودہ غیر معمولی حالات میں اس تحریک کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے جواب اور اس پر حضرت اقدس کے اظہار پسندیدگی سے بھی احباب جماعت کو آگاہ کرتے ہوئے تائید" تحریر کیا جا چکا ہے کہ وہ اس تحریک میں حسب توفیق زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر فرض شناسی کا ثبوت دیں۔ اور عنداللہ ماجور ہوں۔ اس تحریک میں حصہ لینے والے احباب کی طرف سے اب تک جو وعدہ جات موصول ہوئے ہیں ان کی اسم وار فہرست لغرض دعا و اطلاع شائع کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے وعدہ جات باقاعدگی سے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دیگر مخلصین کو بھی اس بابرکت تحریک میں شامل ہونے کی سعادت بخشے۔ آمین

نمبر شمار	اسمائے وعدہ کنندگان	رقم موعودہ
۱	حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد	۲۴/- روپے ماہوار
۲	مکرم حضرت فاضل بھائی الہ دین صاحب "	
۳	مکرم حضرت علی محمد الہ دین صاحب "	
۴	مکرم حضرت یوسف احمد الہ دین صاحب "	
۵	مکرم سید حسین صاحب کاچی گوڑہ "	۵۰/- روپے "
۶	مکرم عبدالصمد صاحب چڈ چرالہ "	۲۱/- " "
۷	مکرم غلام قادر صاحب شرق "	۱۵/- " "
۸	مکرم حجی نذیر احمد صاحب "	۱۱/۱۲ " "
۹	مکرم جہانگیر احمد صاحب کاچی گوڑہ "	۷/- " "
۱۰	مکرم جہانگیر علی صاحب فلک نما "	۶/- " "
۱۱	محترمہ اہلیہ صاحبہ سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب "	۷/- " "
۱۲	محترمہ اہلیہ صاحبہ فاضل بھائی الہ دین صاحب "	۳/- " "
۱۳	محترمہ اہلیہ صاحبہ علی محمد الہ دین صاحب ایم۔ اے "	۳/- " "
۱۴	محترمہ اہلیہ صاحبہ یوسف احمد الہ دین صاحب "	۵/- " "
۱۵	محترمہ لیلیٰ بیگم صاحبہ "	۱/- " "
۱۶	محترمہ علیمہ بیگم صاحبہ "	۱/- " "
۱۷	محترمہ صداقت بیگم صاحبہ "	۱/- " "
۱۸	محترمہ صغیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم غلام قادر صاحب شرق "	۳/- " "
۱۹	محترمہ عظیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم نذیر احمد صاحب "	۳/- " "
۲۰	محترمہ صاحب بی صاحبہ والدہ جہانگیر علی صاحب "	۳/- " "
۲۱	محترمہ لاڈلی بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سید حسین صاحب "	۳/- " "

نمبر شمار	اسمائے وعدہ کنندگان	رقم موعودہ
۲۲	مکرم سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ	۹۰/- روپے ماہوار
۲۳	مکرم ڈاکٹر منصور احمد صاحب مظفرپور بہار	۳۰/- " "
۲۴	ایس۔ ایم لطیف صاحب کانپور	۳۰/- " "
۲۵	مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز قادیان	۳/- " "
۲۶	مکرم سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب پٹنہ بہار	۳۰/- " "
۲۷	مکرم سید اختر احمد صاحب پٹنہ بہار	۲۵/- " "
۲۸	مکرم بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار قادیان	۱۵/- "
۲۹	مکرم حاجی بشیر احمد صاحب بجو پورہ	۱۰/- " "
۳۰	مکرم سید وزارت حسین صاحب پراونشل امیر بہار	۴۵/ یکمشت
۳۱	محترمہ اہلیہ صاحبہ سید وزارت حسین صاحب پراونشل امیر بہار	۵/- "
۳۲	مکرم احمد حسین صاحب ورنگل ریاست حیدرآباد دکن	۱۰۰/- "

ناظر بیت المال قادیان

وصیتیں

۱۳۰۴۰ تا مکہ چوہدری شکر الدین ولد چوہدری نواب الدین صاحب عمر ساٹھ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۴ء ساکن بن باجوہ ضلع سیالکوٹ حال قادیان آج بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۹ء بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد غیر منقولہ اندازاً ساڑھے پانچ گھماؤں واقع بن باجوہ میں ہے جس کی قیمت اندازاً ۱۲۰۰۰ ہزار روپے ہے اور آمد ماہوار ۵ روپے ہے جو وظیفہ یہاں قادیان میں مجھے ملتا ہے۔ میں اپنی جائیداد جو پاکستان میں ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان کرتا ہوں اور جو ماہوار آمد مجھے دور درویشی میں ہے یا جو جائیداد یہاں پیدا کروں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری وفات پر اس کے علاوہ بھی اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ مذکورہ تفصیل کے مطابق مالک ہوگی۔

العبد

بقلم خود چوہدری شکر دین درویش ۳-۱۲-۴۹

گواہ شد گواہ شد

محمد خان بقلم خود ولد ملک صلاح الدین ایم۔ اے دار المسیح

چوہدری شکر دین ۳-۱۲-۴۹ قادیان ۳-۱۲-۴۹

۱۳۰۳۹ ق مسکہ عابدہ سلطانہ زوجہ محترم محمد صادق صاحب ناقد عمر ۱۵ سال پیدائشی احمدی ساکن شاہجہانپور حال قادیان آج بتاریخ ۲۲-۳-۵۱ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

اس وقت میری جائیداد حق مہر مبلغ ۵۰۰ روپے کا۔ طلائی۔ انگوٹھی طلائی۔ ٹیکہ طلائی کل وزن ۲ تولہ ایک ماشہ قیمت اندازاً ۲۴۰ روپے ہے۔ کل جائیداد ۷۴۰ روپے بنتی ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اور اپنی آمد کی کمی بیشی کی اطلاع مجلس کارپرداز میں دیتی رہوں گی۔ میری وفات پر اگر مزید کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

گواہ شد الامتہ گواہ شد

محمد صادق ناقد ۲۲-۳-۵۱ عابدہ سلطانہ زوجہ چوہدری محمد صادق صاحب ناقد ۲۲-۳-۵۱ فیروز دین دیہاتی مبلغ ۲۳-۳-۵۱

۱۳۰۴۷ ق مسکہ سید داؤد احمد صاحب ولد ڈاکٹر منصور احمد صاحب عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن مظفرپور بہار آج تاریخ ۱۵-۷-۵۰ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری کوئی جائیداد نہیں ہاں مجھے ۱۲۵ روپے ماہوار وظیفہ ملتا ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ جب بھی کوئی جائیداد پیدا کروں گا تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ میری وفات پر بھی اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

گواہ شد گواہ شد العبد

سید منصور احمد میڈیکل پریکٹیشنر ۱۵ جولائی ۱۹۵۰ء مظفرپور سراج الحق مبلغ سید داؤد احمد ۱۵ جولائی ۱۹۵۰ء مظفرپور بہار

۱۳۰۲۷ ق مسکہ محمد عبدالحی ولد عبداللطیف صاحب عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن یادگیر آج بتاریخ ۱۳ جولائی ۱۹۵۰ء بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔ اپنے والدین سے ۲۵ روپے سکہ عثمانیہ ماہوار مجھے ملتے ہیں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اپنی آمد کی کمی بیشی کی اطلاع مجلس کارپرداز میں کرتا رہوں گا۔ میری وفات پر بھی جس قدر جائیداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد محمد عبدالحی احمدی گواہ شد اعجاز احمد ولد حافظ غلام احمد گواہ شد محمد اسماعیل وکیل یادگیر

۱۳۰۸۶ ق مسماۃ امتہ المجیب بنت مرزا برکت علی صاحب سابق امیر جماعتہائے احمدیہ ایران (عراق) پیدائشی احمدی عمر ۱۸ سال ساکن قادیان آج بتاریخ ۱۳ نومبر ۱۹۵۰ء بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے پاس اس وقت اپنی ملکیتی انگوٹھی قیمتی مبلغ ۵۰ روپے اور ۵۰ روپے نقد ہیں ان کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اس کے علاوہ اپنی آمد و جائیداد کی کمی بیشی کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ میری وفات پر بھی اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ امتہ المجیب گواہ شد مرزا برکت علی قادیان ۳-۱۱-۵۰ گواہ شد عبدالرحمن قادیانی بقلم خود ۱۵-۱۱-۵۰ گواہ شد برکات احمد راجیکی ۳-۱۱-۵۰

ہندوستانی کلچر!

ہندوستان میں زعفرانہ ذہنیت رکھنے والے آئے دن پراچین کلچر یا آرین کلچر کے نعرے لگا کر اقلیتوں کے لئے باعث تکلیف ہوتے ہیں۔ گذشتہ دنوں دہلی میں انڈین کلچرل کانفرنس کا چوتھا اجلاس ہوا جس میں ڈاکٹر بھگوان داس نے بجا طور پر کہا کہ ہندوستانی کلچر نام ہے سچائی کی تلاش۔ پاک خواہشات۔ بلند خیالی اور راست کرداری کا۔ بے شک سوسائٹی کی اصلاح کے لئے یہی اجزائے ترکیبی کو کلچر کے مفہوم میں شامل کرنا چاہیئے۔ اور ایسا کلچر دنیا کا ہونا چاہیئے۔

اس موقعہ پر پارلیمنٹ کے ڈپٹی سپیکر مسٹر ایم اننتا سیانم آئنگر نے کہا کہ "ہندوستان میں صرف ایک کلچر ہے اور وہ ہے آرین کلچر"۔ افسوس ہے کہ ایک طرف تو کلچر سے مراد زندگی کے طور و طریق۔ رہن سہن کے مخصوص انداز کھانے پینے اور پہننے کے مختلف ذوق مراد لئے جاتے ہیں۔ دوسری طرف ملک میں جو تہذیب و تمدن اور سیاسی حالات کے مختلف دوروں میں سے گذر چکا ہے کلچر کی وحدت پر زور دیا جاتا ہے۔ اگر ہندوستان میں صرف ایک ہی کلچر ہے تو آدی باسیوں کا کلچر کیوں نہ سمجھا جائے پھر ہندوستانی تاریخ کے مختلف دوروں میں جو مختلف قومیں برسر اقتدار آئیں اور اپنی اپنی تہذیب و تمدن کے گہرے نقوش اور اثرات چھوڑ گئیں۔ ان کا کون انکار کرسکتا ہے۔ یونانیوں . . عربوں، پٹھانوں، مغلوں وغیرہم کو جانے دو۔ کیا کوئی پراچین کلچر کا پرستار اب یہ کرسکتا ہے کہ کلچر کے نام پر جدید قوتوں کو خاک میں ملا دے۔ ریلوں کو اکھاڑ کر پھینک دے موٹر اور ہوائی جہازوں کو دیس نکالا دیدے ٹیلیفون۔ ٹیلیگرام، ریڈیو۔ الیکٹرسٹی کو دریا برد کر دے محض اس وجہ سے کہ ان کا ہندوستانی کلچر سے انکا کوئی تعلق نہیں۔ یا کیا نئی اور پرانی دلی۔ آگرہ اور سکندرہ کی عظیم الشان اور قابل فخر عمارتیں جو عظیم ترین کلچر کی آئینہ دار ہیں اس وجہ سے منہدم کر دی جائیں کہ وہ اسلامی کلچر کا نمونہ ہیں۔ کیا اس تہذیب و تمدن کا ہمارے ملک میں کوئی حصہ نہیں جس کے متعلق خود ہندو محققین مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کرچکے ہیں۔

"اسلامی فتوحات نے مختلف ہندو ریاستوں اور سلطنتوں کی بجائے جو ہمیشہ باہم دست و گریباں رہتی تھیں، ایک شہنشاہی اتحاد قائم کر دیا۔ اور لوگوں کو یہ سکھلایا کہ وہ ایک ملک کے اندر ایک حکمران کی اتباع کریں جن سے ہماری قومیت کے ذخیرے میں روح اور سرگرمی کے اجزاء کا اضافہ ہو۔ اور ایسی نئی تہذیب رواج پذیر ہوئی جو ہر طرح مستحق ستائش ہے۔ مسلمانوں کی رسوم و عادات نے اونچی ذات کے ہندوؤں کی رسوم و عادات کو بہت کچھ ابھارا۔ اور جو لطافت اور نزاکت ہماری موجودہ سوسائٹی میں پائی جاتی ہے وہ زیادہ تر مسلمانوں کے طفیل ہے۔ مسلمانوں نے ملک کے طول و عرض میں ایک نئی زبان رائج کی۔ جو اپنے اندر ایک حیرت انگیز ادبی ذخیرہ رکھتی ہے۔ انہوں نے شاندار اور خوبصورت عمارات تعمیر کرکے ہندوستان کے فن تعمیر میں ایک انقلاب پیدا کر دیا"۔

(پروفیسر الیشوری پرشاد)

"اسلام نے یہاں آکر ہمیں جدید آئین و قوانین سے روشناس کیا۔ نئے طریقہ ہائے انتظام بتائے۔ حکومت کے جدید اغراض و مقاصد سے واقف بنایا اور ہندوستان کے مختلف افراد اور مختلف صوبوں میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو پیشتر کی نسبت زیادہ وسیع سیاسی و اقتصادی مفاد و مقاصد کی حامل تھی۔ مسلمانوں نے انگریزوں کی آمد سے ایک مدت پیشتر ہی ہندوستان کی سلطنت کو منظم اور قوم کو متحد کرنے کا فخر و شرف حاصل کر لیا تھا . . . . . . اسلام نے جب کچھ اقتدار حاصل کر لیا۔ تو مسلمان غیر مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ اس رواداری کے ساتھ پیش آئے۔ اور ان کی آزادی اور حقوق کی محافظت کی جو دنیا میں کی جا سکتی ہے"۔ (بابو بپن چندر پال)

"یہ صحیح نہیں ہے کہ مسلمان ہندوستان میں آکر گھس گئے اور کچھ نہیں کیا بلکہ انہوں نے یہاں کی فن تعمیر موسیقی۔ ادب اور سیاسیات میں بیش بہا اضافہ کیا ہے ہندوستان کی تربیت و تہذیب میں اسلام کی ذہانت و ذکاوت نے بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ وہ لباس زریں جو مسلمانوں نے ہندو دیوی کو پہنایا۔ اگر اتار لیا جائے تو وہ کیسی بدنما نظر آنے لگے گی۔ اس کا اندازہ آپ خود کرسکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس پر زیادہ کچھ کہنا بے سود ہے۔ قطب مینار، سکندرہ۔ تاج محل کا ذکر کر دینا کافی ہوگا۔ (مسز جی سی رائے) (وقتط)

مصر کے نئے وزیر اعظم

گذشتہ ستمبر سے مصر اور برطانیہ کے مابین باہمی تنازعات کا کوئی حل نکالنے کے لئے گفت و شنید شروع ہونیوالی تھی لیکن علی مہر پاشا کے مستعفی ہونے کی بنا پر یہ گفتگو شروع نہ ہوسکی۔ دراصل علی مہر پاشا ایک بہت ہی مشکل دور سے گذر رہے تھے۔ ان کے پاس جو وقت تھا وہ گویا انہیں بطور مستعار دیا گیا تھا۔ جس میں اگر وہ عام مصریوں کی امنگوں کو ذہن میں رکھتے اور اپنی پیش رو حکومت سے کچھ بہتر کام کرکے دکھا سکتے تو یقیناً وہ اپنے عہدہ پر قائم رہ سکتے تھے لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکے اور بالآخر انہیں استعفٰی دینا پڑا۔ استعفٰی نہ دیتے تو شاید اپنے مرحوم بھائی احمد مہر پاشا کی طرح مصر میں قتل کئے جانے والے دوسرے وزیر ہوتے۔

جو ملک نیم آزاد ہیں وہاں سامراجی طاقتوں کی اسی قسم کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں وہ سب اندرونی انتشار میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ سامراجی ایجنٹوں نے انہیں پھانس رکھا ہے تاکہ ملک آگے نہ بڑھے اور ان کا الو سیدھا ہوتا رہے۔ علی مہر پاشا نے اعلان کیا تھا کہ "وہ برطانیہ سے انخلاء اور اتحاد نیل کے اصول کے بارے میں بات چیت نہیں کریں گے بلکہ اس بات پر گفتگو کریں گے کہ ان مقاصد کی تکمیل کس طرح ہو"۔ شاید اسی لئے وفد پارٹی نے علی مہر پاشا کے ساتھ تعاون کا اعلان کیا تھا۔ لیکن برطانیہ اور برطانیہ کے ایجنٹ اسے کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ چنانچہ جس طرح مصطفےٰ النحاس پاشا اپنے مقصد میں ناکام رہے اسی طرح علی مہر پاشا کو بھی وزارت کی گدی چھوڑنی پڑی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ کی ٹوری حکومت نے "سلطنت برطانیہ" یا "برطانوی اقتدار" کی حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی ہے۔ ہندوستان ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اس کے غم میں یقیناً چرچل کو نیند نہ آتی ہوگی۔ اب مصر نے بھی ٹوک لگانی شروع کر دیئے ہیں۔ اگر وہ کامیاب ہوگئے تو مشرق میں ایران سے مغرب میں تیونس اور مراکش تک برطانوی اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا —— چرچل سب کچھ برداشت کرسکتے ہیں لیکن اس صورت حالات کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اور اب جبکہ امریکہ نے بھی ان کے گھر میں سرمایا شروع کر دیا ہے تو پھر انہیں ڈر کس بات کا ہے۔ دوسرے کے گھر میں جاکر ڈیرہ ڈالیں۔ دوسرے کے حقوق غصب کریں ان کی "جمہوریت پسندی" کا پھر بھی کچھ نہ بگڑے گا۔

علی مہر پاشا کے بعد ہلالی پاشا مصر کے نئے وزیر اعظم بنائے گئے ہیں۔ سفیر برطانیہ اور ان کے مابین گفتگو جاری ہے۔ امریکی اور فرانسیسی سفراء کے ساتھ بھی ان کی گفتگوئیں ہوئی ہیں اور باخبر حلقوں کے مطابق اس بات پر غور کیا گیا ہے کہ اینگلو مصری تنازعہ کو کس طرح ختم کیا جائے۔ اپنی ان کوششوں میں ہلالی پاشا کس حد تک کامیاب ہوں گے۔ ابھی اس کے متعلق کچھ کہنا قبل از وقت ہے لیکن مصری عوام کے مشتعل جذبات کے پیش نظر یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اگر وہ بھی عوام کی خواہشات کے مطابق اقدام کرنے میں ناکام رہے تو شاید انہیں بھی وزارت عظمےٰ سے الگ ہونا پڑے۔

(الجمعیتہ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۵۲ء)

انگریزی زبان!

وزیر خوراک مسٹر منشی نے ڈ جانے یہ کیوں کہہ دیا کہ انگریزی زبان نے ہندوستان کے قومی کردار کو بنانے میں بہت بڑا پارٹ ادا کیا ہے۔ اور اسے نظر انداز کر دینا بہت بڑی حماقت ہے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ انگریزی زبان کو بین الاقوامی ہونے کے اعتبار سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے کیونکہ بین الاقوامی کانفرنسوں کی کارروائیاں اسی میں ہوتی ہیں اور ہندوستان کے نمائندوں کو بھی اسی کے ذریعہ گفتگو کرنی پڑتی ہے"۔ یہ بھی خوب فرمایا کہ "ہماری لڑائی غیر ملکی حکومت سے تھی نہ کہ اس کی زبان سے۔ ہم انگریزی زبان کو اس ملک میں مرنے نہیں دیں گے"۔ لیکن اگر کوئی یہ چاہے کہ مسٹر منشی یہی خیال اردو زبان کے متعلق بھی ظاہر کر دیں اور جرأت کرکے کہہ دیں کہ ہم اردو زبان کو مرنے نہیں دیں گے کیونکہ یہ ہمارے ہی ملک کی زبان ہے۔ تو اب کبھی نہ ہوگا۔ غیروں کی زبان کو زندہ رکھنے کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ مگر اپنے ملک کی زبان کو علاقائی زبان بھی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ہمیں یقین ہے کہ اردو زبان کا مسہ پڑے گا۔ اور انگریزی کے مقابلہ پر ہندی کا چراغ کبھی روشن نہ ہوگا۔

(الجمعیتہ ۷ مارچ ۱۹۵۲ء)